امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 3 صفرالمظفر 1436ھ بمطابق دسمبر 2014ء شمارہ 10

افغانستان میں برطانیہ کی چوتھی بار شکست

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اقوام متحدہ

شوراب حملہ: امریکی ارادوں کی ناکامی

- امریکی اڈے اور تعمیراتی کمپنیاں
- حجاب سے دشمنی کیوں؟
- صلیبی جنگ کا پہلا اتحادی بھی فرار
- افغانستان میں برطانیہ کا تیرہ سالہ ناکام مشن
- برطانیہ کی "زندہ بھاگ" پالیسی

فاریاب کا پچانوے فیصد علاقہ دشمن سے پاک کر دیا گیا ہے۔

فاریاب کے جہادی ذمہ دار کی معلومات افزا گفتگو

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن عبداللہ بن بسر قال جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال ای الناس خیر؟ فقال طوبی لمن طال عمرہ وحسن عملہ قال یارسول اللہ ﷺ ای الاعمال افضل قال ان تفارق الدنیا ولسانک رطب من ذکر اللہ۔

[رواہ احمد والترمذی]

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ آدمیوں میں سے کون بہتر ہے [یعنی کس قسم کے آدمیوں کا انجام زیادہ اچھا ہونے والا ہے] آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ جن کی عمریں زیادہ ہوں اور عمل اچھے ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا یارسول اللہ اعمال میں کون عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "یہ کہ تم دنیا کو خیر باد کہو اور اس وقت تمہاری زبان اللہ کے ذِکر سے تر ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماھنامہ

شریعت

جلد 3 صفر المظفر 1436ھ بمطابق دسمبر 2014ء شمارہ 10

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ : ولید افغان

نائب مدیر : شمس ابدالی

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- سلمان بدر
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	افغانستان میں برطانیہ کی چوتھی بار شکست	2
2	حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اقوام متحدہ	4
3	فاریاب کے جہادی ذمہ دار قاری صلاح الدین کی معلومات افزا گفتگو	5
4	افغانستان میں برطانیہ کا تیرہ سالہ ناکام مشن	8
5	شہید ملا روزی خان عاکف، حیات اور کارنامے	9
6	برطانیہ کی "زندہ بھاگ" پالیسی	14
7	کابل انتظامیہ کے اسلام مخالف اقدامات اور ہمارا موقف	17
8	ایوان صدر میں صلیب اور کلیسا!	18
9	انگلستان کے ساتھ یورپ کی کشمکش	19
10	کچھ جہادی مصلحتیں	20
11	امریکی اڈے اور تعمیراتی کمپنیاں	23
12	حجاب سے دشمنی کیوں؟	24
13	اسلامی شعائر کی توہین یا مغرب نواز میڈیا کا منصوبہ	25
14	ہم افغانستان صرف لوگوں کو مارنے گئے تھے!	27
15	شوراب حملہ: امریکی ارادوں کی ناکامی	28
16	صلیبی جنگ کا پہلا اتحادی بھی فرار	31
17	مغرورانہ جارحیت اور عبرتناک شکست	32
18	کابل حکومت کی اسلام دشمنی	34
19	کابل کی نئی کٹھ پتلی کا ایک اور کارنامہ	35
20	خون میں لت پت مٹی کا حال	37
21	پُر فریب امریکیوں کا مکروہ چہرہ	38
22	جنگی جرائم ماہ اکتوبر	39
23	افغانستان اکتوبر 2014 میں	40
24	محرم الحرام کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول	43

رابطہ کے لیے برقی پتہ:

shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:

www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.........40ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.........30ڈالر

بنگلہ دیش.........28ڈالر

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

مدیراعلی

افغانستان میں برطانیہ کی چوتھی بار شکست

قارئین کرام کے علم میں ہوگا کہ ماہ اکتوبر کی 26 تاریخ کو برطانوی فوج ہلمند میں موجود بیرونی افواج کے دوسرے سب سے بڑے فوجی مرکز شوراب میں اپنی قیام گاہ بوسٹن سے بوریا بستر لپیٹ کر سرزمین افغانستان سے راہ فرار اختیار کر گئی۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اعلان شدہ صلیبی جنگ جس کے لئے 50 سے زیادہ مغربی ممالک متحد ہوئے اور 2001 میں افغانستان پر حملے اور قبضہ سے باقاعدہ طور پر یہ لڑائی شروع ہوگئی جس کی قیادت امریکہ کے ہاتھ میں تھی جبکہ برطانیہ اس جنگ کا سب سے بڑا اتحادی تھا۔وہی برطانیہ جو آج سے تقریبا ایک صدی قبل دنیا کی سب سے بڑی سلطنت ہونے کے باوجود عددووسائل کے لحاظ سے انتہائی کمزور مگر حب الوطنی اور ایمانی جذبہ سے سرشار افغانوں سے 1842، 1880، 1919 کے تین لڑائیوں میں ایسی شرمناک شکست سے دوچار ہوا تھا جس کی بدولت خطے کے دیگر مقبوضہ ممالک میں برطانیہ کے خلاف اٹھنے کی جرات پیدا ہوئی اور یوں برطانوی سلطنت پھر سے ایک چھوٹی سی ریاست میں تبدیل ہو کر رہ گئی۔

کیا برطانیہ نے زمانہ قریب میں ہونے والی شرمناک شکستوں کو بھلا دیا تھا جو افغانستان پر پھر سے حملہ کرنے کی جسارت کی۔جی بالکل نہیں،وہ اپنی ان تینوں شکستوں کو بالکل بھی نہیں بھولا لیکن یہ کہ دنیا کی نظروں میں ناقابل شکست امریکا کی سربراہی میں پورا مغرب جنگ زدہ،غریب اور جدید جنگی وسائل سے تہی دست افغانستان پر حملہ کرنے والا تھا تو برطانویوں نے اسے افغانیوں سے اپنے آباء واجداد کی ذلت کا بدلہ لینے اور امریکہ سے مل کر شیطانی منصوبوں کو عملی جامہ پہننانے کا بہترین موقع خیال کیا۔اسی وجہ سے برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر نے نہ صرف یہ کہ آنکھیں بند کر کے افغانستان پر حملے میں امریکا کے شانہ بہ شانہ رہنے کا فیصلہ کیا بلکہ امریکہ کو بھی جلد سے جلد افغانستان پر حملہ کرنے کے لئے ابھارتا رہا۔

برطانوی فوج کی نظریں پورے افغانستان میں خصوصی طور پر اسی علاقہ پر تھیں جس کو تاریخ اٹھارہویں صدی کے آواخر میں انگریزی افواج کی مقتل گاہ کے نام سے یاد کرتی ہے،اسی وجہ سے برطانوی فوج نے 2006 میں افغانستان کے دیگر علاقوں سے تقریبا تمام فوجیوں کو اس امید کے ساتھ غاصب افواج کے افغانستان میں دوسرے سب سے بڑے اڈے شوراب میں جمع کیا کہ جہاں ان کے آباء واجداد تاریخی شکست سے دوچار ہوئے تھے یہ وہاں فتح وکامرانی کے جھنڈے گاڑ سکیں جو طاقت کے نشے میں چور اور جدید جنگی وسائل سے لیس مغرور برطانوی فوج کی بڑی خام خیالی اور افغانوں کی تابندہ تاریخ سے آنکھیں چرانے کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔

افغان قوم جو دنیا کی کسی بھی بڑی طاقت کے سامنے کبھی سرنگوں نہ ہوئی ہے اور نہ ہی کبھی کسی کے تسلط کو برداشت کیا ہے،مغربی اتحاد کے دیگر اتحادیوں کی طرح برطانیہ کا بھی یہ خیال تھا کہ اس وقت جب کہ افغانی جنگ زدہ اور مادی وجنگی وسائل کی عدم دستیابی کا شکار ہیں،مقابلے کے لئے نکلنے کی جرات نہیں کریں گے اور اگر نکل بھی آئے تو چند دن بھی میدان میں ٹھہر نہ سکیں گے لیکن ان کی بدقسمتی دیکھئے کہ اس بار بھی یہ مکار دشمن اپنی جدید جنگی آلات اور جنگی ٹیکنالوجی کے باوجود افغانیوں کو ہراساں اور خوف زدہ نہ کرسکا۔

بیرونی غاصب افواج کی قیادت چونکہ امریکا کے ہاتھ میں تھی تو طالبان مجاہدین کا اصل مقابل بھی وہی تھا لیکن جب پرانا دشمن برطانیہ نئے مذموم ارادوں کے ساتھ میدان میں آیا تو طالبان قیادت نے اپنی زیادہ توجہ انہی کی جانب مرکوز کردی اور ہلمند میں داخل ہوتے ہی یہاں کے شیروں نے برطانوی فوج پر ایسے تابڑ توڑ حملے کئے کہ ان کے اوسان خطا ہو گئے اور بہت جلد ہی مقابلے کی طاقت کھو بیٹھے، برطانوی فوج کی اس بری حالت کو دیکھتے ہوئے ان کی مدد کے لئے امریکی فوج یہاں آگئی لیکن اس سے برطانوی فوج کی حالت پہلے سے بھی ابتر ہو گئی کیونکہ ہلمند جیسے علاقے میں صف اول کے دو بڑے دشمنوں کا ایک جگہ جمع ہونا مجاہدین کے لئے بڑی خوشی کی بات تھی کہ یہی ان دونوں کو سبق سکھانے کا بہترین موقع تھا۔ مجاہدین نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دیگر محاذوں کی بہ نسبت ہلمند کے محاذ کو زیادہ گرم رکھا اور ہلمند کے ہر میدان و پہاڑ، ہر صحرا و درے اور ہر گلی کوچہ میں ان پر جان لیوا حملے کئے یہاں تک کہ غاصب فوج اپنے چھوٹے بڑے کسی مرکز میں بھی بچ کر نہ رہ سکی۔ ان کی توقعات کے برعکس ہلمند ان کے لئے ایسا خطرناک محاذ ثابت ہوا کہ وہ خود اسے موت کا کنواں کہنے لگے۔ برطانوی فوج کی اعترافات کے مطابق یہاں ان کے 453 فوجی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، 2400 زخمی اور 5000 سے زائد نفسیاتی بیماریوں میں مبتلا ہو گئے جبکہ مالی نقصان 40 ارب پونڈ کے قریب پہنچ چکا ہے۔ حالانکہ ان کے نقصانات اس سے کئی گنا زیادہ ہیں لیکن یہ لوگ شرم کے مارے ان کا اظہار نہیں کرتے۔

اتنے طویل، بدنام اور مہنگی لڑائی کا نتیجہ اور فائدہ؟۔

فائدہ! یہ کہ انہوں نے افغانستان میں چوتھی مرتبہ اپنی شکست تسلیم کرلی۔ شوراب کے بڑے اڈے میں امریکیوں کی قیام گاہ لیدر نیک کے ساتھ ہی برطانوی فوج کی قیام گاہ بوسٹن کیمپ سے بھی 26 اکتوبر 2014 کو برطانوی پرچم ہمیشہ کے لئے اتارا گیا اور بے شمار تلخ یادوں اور شکست کے سیاہ دھبے کے ساتھ برطانیہ کی راہ لے کر فرار ہو گئے۔

برطانیہ کی افغانستان میں یہ چوتھی مرتبہ شکست ایسی شکست ہے کہ برطانوی رہنماوں کے پاس اس کے اعتراف کے سوا کوئی چارہ نہیں ۔ برطانیہ کے سابق وزیر دفاع "لیام فاکس" کہتا ہے کہ: ''افغانستان سے متعلق مغرب کی پالیسی احمقانہ تھی، برطانیہ کے منصوبہ ساز تاریخ سے نابلد تھے اگر انہوں نے تاریخ پڑھی ہوتی تو وہ کبھی بھی اپنی فوج افغانستان نہ بھیجتے''۔

برطانیہ کے مشہور صحافی اور سیاسی مبصر فرنک لیدوتچ کا کہنا ہے کہ برطانوی فوج کا افغانستان میں بھیجنا خون میں سرمایہ کاری کے مترادف ہے۔ برطانیہ کے موجودہ وزیر دفاع نے کہا ہے کہ برطانیہ آئندہ کے لئے کبھی بھی اپنی فوج افغانستان نہیں بھیجے گا۔

قوم مطمئن رہے، کٹھ پتلیوں کے ساتھ امریکی معاہدوں کو خاطر میں نہ لائے، ان شاء اللہ وہ وقت اب زیادہ دور نہیں جب مجاہدین کی لازوال قربانیوں کی بدولت امریکہ بھی اپنے اس دم دبا کر بھاگنے والے اہم اتحادی کی طرح افغانستان سے بھاگنے پر مجبور ہو گا اور پھر ان کے سربراہ کا یہ اعلان بھی نشر ہو گا کہ:

ہم آئندہ کے لئے اپنے فوج کبھی بھی افغانستان بھیجنے کی غلطی نہیں کریں گے۔

وحید پاسون

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اقوام متحدہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو مدینے کی گلیوں میں مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے چکر لگا رہے تھے۔ ایک گھر سے معصوم بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے ان کے گھر والوں سے وجہ پوچھی۔ جس پر بچے کی ماں نے کہا: "بچے کو دودھ سے چھڑایا ہے اس لیے رو رہا ہے۔" یہ ایک طبعی وجہ ہے جب بچے کو دودھ سے چھڑایا جاتا ہے تو بچہ کچھ عرصہ رونے کے بعد اس کا عادی ہو جاتا ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس واقعے کو معمولی نہیں لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ تو اپنی رعایا پر بہت مہربان اور شفیق تھے۔ بچے کی ماں سے معلوم ہوا کہ ماں نے بچے کو مناسب وقت سے پہلے بچے کو دودھ سے چھڑایا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بچے کے لئے دودھ پینے تک کوئی وظیفہ مقرر نہیں ہوتا تھا، جب اسے دودھ سے چھڑایا جاتا تو اس کے لئے وظیفہ مقرر ہوتا۔ بچے کی ماں کو سو درہم کی ضرورت تھی جس کی بنا پر اس نے اپنے بچے کو مناسب وقت سے پہلے دودھ سے چھڑایا تھا۔ یہ سب جاننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قانون میں تبدیلی کر کے پیدائش کے وقت ہی بچے کو سو درہم دینے کا فیصلہ کیا، تاکہ پھر کوئی بھی ماں بچے کو مناسب وقت سے پہلے دودھ نہ چھڑائے، جو اس کا بنیادی حق ہے۔

ایک اور رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلی کوچوں میں گشت کر رہے تھے۔ اچانک کان میں ایک پریشان حال عورت کی آواز پڑی، جو اپنے جذبات کا اظہار اشعار میں کر رہی تھی کہ ترجمہ "رات طویل ہو گئی اور اس کے اطراف میں تاریکی پھیل گئی۔ اگر خدا کا خوف نہ ہوتا، جس کے مثل کوئی نہیں تو اس چارپائی کی تمام سمتیں زور سے ہلا دی جاتیں۔"

ان دو شعروں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بڑا اثر کیا۔ اس عورت سے اجازت لے کر تشریف لائے۔ عورت سے پوچھا: "تو کیوں پریشان ہے؟" اس نے کہا: "میرا شوہر بہت عرصے سے محاذ پر گیا ہوا ہے۔" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ عورت کتنے عرصے تک اپنے خاوند کے بغیر رہ سکتی ہے؟ حضرت حفصہ نے شرم سے سر نیچے جھکا لیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھاتے ہوئے فرمایا: "بیٹی! بے شک اللہ تعالی حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔" حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کے اشارے سے کہا تین ماہ تک یا زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک۔ چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمان جاری کر دیا کہ "کوئی بھی مجاہد لشکر کے ساتھ چار ماہ سے زیادہ نہ گزارے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی زید بن خطاب سے بڑی محبت تھی۔ وہ کفار کے ساتھ لڑائی میں شہید ہو گئے تھے۔ ایک دن مدینہ کی گلی میں جا رہے تھے کہ اپنے بھائی کا قاتل سامنے آ گیا۔ وہ اس وقت مسلمان ہو چکا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: "خدا کی قسم! اگر زمین اپنے اوپر بہتے ہوئے خون سے بھی محبت کر لے، تب بھی میں تم سے محبت نہیں کروں گا۔" اس شخص نے کہا: اے امیر المومنین! اس طرح تو میرے حقوق ضایع ہونے کا خدشہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے یقین دلایا کہ تمہارے حقوق بالکل ضایع نہیں ہوں گے۔ وہ جب جانے لگا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا یہ آپ کیا عورتوں کی سی محبت کی باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے آپ کی محبت کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ مجھے بس صرف اپنے حقوق چاہئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اقتدار تھا۔ وہ شخص آپ کے پیارے بھائی کا قاتل تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے اپنی نفرت کا اظہار بھی کیا، لیکن جس بے پرواہی سے اس شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو جواب دیا اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے اسے کچھ نہیں کہا اور اپنے راستے پر چل دیے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں

دشمن سے پاک فاریاب

فاریاب کا پچانوے فیصد علاقہ دشمن سے پاک کر دیا گیا ہے۔

فاریاب کے جہادی ذمہ دار قاری صلاح الدین کی معلومات افزا گفتگو

صوبہ فاریاب افغانستان کے شمال واقع ہے ۔ جس کی سرحدیں "جوزجان"، "سرپل"، "غور" اور "بادغیس" سے ملتی ہیں۔ فاریاب کے شمالی حصے وسطی ایشیائی ملک ترکمانستان سے ملتی ہیں۔ فاریاب کا دارالحکومت "میمنہ" شہر ہے۔ دیگر اہم اضلاع کے نام کچھ اس طرح ہیں: پشتون کوٹ، خواجہ سبز پوش (جمعہ بازار)، شرین تگاب، دولت آباد، اند خوئی، شاخ، قرم قلی، خان چارباغ، المار، قیصار، قرغان، بندر، گورزوان، بلچراغ، خواجہ موسی اور لولاش۔ رواں سال فاریاب میں بھی مجاہدین نے قابل ذکر کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس صوبے میں بہت سے علاقے دشمن کے وجود سے پاک کر دیے گئے ہیں۔ قاری "صلاح الدین" جو صوبہ فاریاب ضلع المار کے رہنے والے ہیں اور کئی سالوں سے فاریاب کی ذمہ داری ان کے پاس ہے۔ رواں سال کی حالیہ فتوحات کے حوالے سے "ماہنامہ شریعت" نے ان سے گفتگو کی ہے، جو نذرِ قارئین کی جاتی ہے۔

سوال: قاری صاحب! آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ رواں سال "خیبر آپریشن" کے سلسلے میں فاریاب کی صورتِ حال کیا ہے؟

جواب: جزاک اللہ خیر! آپ سمیت تمام قارئین کو سلام پیش کرتا ہوں۔ حسبِ سابق اس سال بھی فاریاب میں جہادی آپریشن کے نتائج بہت اچھے رہے۔ عسکری حوالے سے تمام کامیابیوں کے بارے میں بات شاید زیادہ طویل ہو جائے گی، جس کا یہاں احاطہ مشکل ہو گا۔ مگر چند کامیابیوں کا تذکرہ فائدے سے خالی نہیں ہے۔

ضلع "شاخ" میں مجاہدین نے اس سال کچھ قابل ذکر کامیابیاں حاصل کیں۔ چھاپہ مار کارروائی میں اس ضلع کے دو اہم بازار، جس پر پہلے دشمن کا قبضہ تھا، مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہو گئے ہیں۔ دشمن نے اس پر دوبارہ قبضے کی بار بار کوشش کی، مگر اسے بہ ہر حال ناکامی کی خاک چاٹنا پڑی۔ اس ضلع میں مجاہدین بھرپور قوت کے ساتھ موجود ہیں۔ یہاں تک کہ دوسرے علاقوں تک کارروائیوں کی راہنمائی یہیں سے کی جاتی ہے۔ ضلع "بندر" میں مجاہدین نے اربکیوں اور مقامی ملیشیا کے خاتمے کے لیے بڑے پیمانے پر آپریشن کا آغاز کیا تھا۔ اس آپریشن میں 600 مجاہدین شریک ہوئے۔ نتیجۃً اس ضلعے کا 95 فیصد علاقہ دشمن سے پاک ہو گیا ہے۔ اور آس پاس کے تمام علاقے بھی دشمن کے قبضے سے آزاد کرا لیے گئے ہیں۔ الحمد للہ! اب وہاں امن وامان کی صورتِ حال بہت بہتر ہے۔ "کوہستانات" کے مضافاتی علاقے المار، قیصار اور پشتون کوٹ کے اضلاع میں بھی بڑی کارروائیاں ہوئی ہیں۔ یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ ان علاقوں کا بھی 95 فیصد حصہ دشمن کے چنگل سے آزاد ہو چکا ہے۔ دشمن کی کئی چیک پوسٹیں تباہ کر دی گئی ہیں۔ اسی طرح گورزوان، خواجہ موسی اور چھلگزئی کے اضلاع میں بھی مجاہدین کی کارروائیاں کامیاب رہی ہیں۔ ان کارروائیوں میں بہت سے علاقے مقامی ملیشیا اور اربکیوں سے پاک کر دیے گئے ہیں۔ الحمد للہ! ان تمام کارروائیوں میں ہمارے نقصانات انتہائی کم تھے۔ باوجود اس کے کہ اپنی شکست چھپانے کے لیے دشمن نے ہمیشہ ہمارے نقصانات کی تعداد زیادہ بتائی ہے، مگر حقیقت ایسی نہیں ہوتی، جس طرح وہ بتاتے ہیں۔ مثلاً چھلگزئی میں ایک طویل جنگ میں دشمن کو بہت زیادہ نقصان ہوا۔ ہمارا صرف ایک مجاہد ساتھی شہید اور چار زخمی ہوئے۔ مگر دشمن نے ریڈیو اور ذرائع ابلاغ پر 140 مجاہدین کی شہادت کا پروپیگنڈا کیا۔

سوال: فاریاب میں مجاہدین کے ساتھ عام لوگوں کے تعاون کی صورتِ حال کیسی ہے۔

جواب: افغانستان کے دیگر خطوں کی طرح فاریاب میں بھی عوام

مجاہدین کی پشت پر کھڑے ہیں۔ پہلے سالوں میں کچھ لوگ دشمن کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر مجاہدین کے خلاف ہو گئے تھے۔ مگر اب عوام حقائق جان چکے ہیں۔ اس لیے پورے خلوص کے ساتھ مجاہدین کے ساتھ ہیں۔ اس سال ہمیں جو فتوحات حاصل ہوئیں، سب عوامی تعاون کا نقد ثبوت ہیں۔ دیگر اضلاع جیسے مرکزی شہر میمنہ اور دیگر اہم علاقوں، جہاں عوام مجاہدین کے ساتھ ہیں، وہاں کے 90 فیصد لوگ مجاہدین کی جانب میلان رکھتے ہیں۔ شہروں کے لوگ حکومتی مظالم سے تنگ ہیں۔ بے انصافی، انتظامی رشوت، کرپشن اور دیگر برائیوں سے تنگ آ چکے ہیں۔ بار بار حکومت کے خلاف مظاہرے کرتے ہیں۔ اس لیے وہ مجاہدین اور شرعی نظام سے بہت امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔

سوال: کیا عسکری کارروائیوں کے علاوہ صوبہ فاریاب میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی دیگر ذمہ دارانہ کارکردگیوں سے مطمئن ہیں؟

جواب: جی ہاں! جیسا کہ یہ سب کے سامنے واضح ہے کہ امارت اسلامیہ نے اپنے زیر نگین علاقوں میں شرعی قوانین کے نفاذ، تعلیم وتربیت اور دیگر خدمات کے لیے خصوصی ادارے قائم کیے جاتے ہیں۔ فاریاب کے مفتوحہ علاقوں میں بھی یہ ادارے فعال ہیں۔ مثلاً عدالتی فیصلے، جلب وجذب اور تعلیم وتربیت کے شعبوں میں تمام متعلقہ امور کی بہتر کارکردگی جاری ہے۔ تعلیم کے شعبے میں فاریاب کے تمام علاقوں میں مدارس، دارالحفاظ اور دیگر تعلیمی مراکز فعال ہیں۔ امارت اسلامیہ ان مراکز کی اصلاح کی جانب زیادہ توجہ دے رہی ہے۔ تاکہ ہماری نئی نسل کی دینی فکر کے اعتبار سے تربیت کی جائے۔ دعوت وارشاد کے شعبے میں لوگوں کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ دشمن کی صف میں کھڑے اپنے لوگوں کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔ گذشتہ مہینوں کے دوران فاریاب میں سو سے زیادہ اربکی اور دیگر جنگجو، جو پہلے دشمن کی صف میں کھڑے تھے، اب مخالفت سے دستبردار ہو کر مجاہدین سے آملے ہیں۔ اسی طرح اطلاعات اور خبر رسانی کے شعبے میں ہمارے میڈیا کمیشن کے ساتھی بہت دِقت سے جہادی محاذوں کی خبریں جمع کرتے اور اشاعت کے لیے امارت اسلامیہ کے دفاتر میں بھیج دیتے ہیں۔ قیدیوں کے امور کے حوالے سے قابل ذکر نظم وضبط سامنے آیا ہے۔ دشمن کے جو قیدی پکڑے جاتے ہیں، ان کے لیے خصوصی جیل بنائے گئے ہیں۔ سختی کیے بغیر ان کے فیصلے شرعی عدالتوں میں کیے جاتے ہیں اور شریعت کی روشنی میں ان سے سلوک کیا جاتا ہے۔ اب تک امارت اسلامیہ کی قیادت کی جانب سے جو وفود فاریاب آئے ہیں اور مجاہدین کی مختلف کارکردگیاں دیکھی ہیں، انہوں نے یہاں کے مجاہدین کو کامیاب قرار دے کر خوشی کا اظہار کیا ہے۔

> جن لوگوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی ہے، انہیں چاہیے مجاہدین کے ہم رکاب ہو جائیں۔ جو لوگ دشمن کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر دشمن کی صف میں کھڑے ہیں، انہیں چاہیے وطن فروشی اور خیانت سے تائب ہو جائیں۔ مجاہدین کا مقام پہچانیں۔ وہ اِسی قوم کے بیٹے ہیں۔ دشمن کے پروپیگنڈے کو تسلیم نہ کریں۔ انہیں چاہیے خود پر رحم کریں۔ اپنی دنیا و آخرت کی نجات کے لیے جدوجہد کریں۔ کفر کی چاکری چھوڑ دیں۔ مجاہدین انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ فاریاب کے لوگ گواہ ہیں کہ مجاہدین نے بارہا ان فوجی اہل کاروں کو، جو جنگ کے دوران گرفتار ہو گئے تھے، لازمی ہدایات کے بعد رہا کر دیا۔ اسی سے ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ مجاہدین جہاد، لوگوں کو قتل کرنے کے لیے نہیں کر رہے، بلکہ وہ معاشرے کی اصلاح چاہتے ہیں۔ عالمِ کفر کا شکنجہ توڑنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگوں کی دنیا و آخرت کی سعادت کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔

سوال: فاریاب میں موجود دشمن ملیشیا یا اربکیوں کی جانب سے مضافاتی علاقوں میں کچھ آپریشنز میں عام لوگوں کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ اس حوالے سے آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: فاریاب میں واقعۃً گذشتہ چند سالوں سے دشمن نے مظلوم مسلمان عوام کے خلاف شدید مظالم کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ مگر شروع میں تو صرف خودسر ملیشیا، خارجی فوجی اور داخلی پولیس لوگوں کو پریشان کرتی تھی۔ بلاوجہ گھروں کی تلاشی لی جاتی، چھاپے مارے جاتے اور لوگوں کو قتل کیا جاتا۔ اربکیوں کا فتنہ پیدا ہونے کے بعد اذیتوں اور مظالم کا سلسلہ بہت تیز ہو گیا تھا۔ اربکیوں نے ایسے مظالم ڈھائے کہ لوگ پرانی ملیشیاؤں کے مظالم بھول گئے۔ انہوں نے نہ صرف لوگوں کو قتل کیا اور لوٹا، بلکہ پورے پورے گاؤں جلا کر خاکستر کر دیے۔ مثال کے طور پر ضلع پشتون کوٹ میں کئی گھروں کو جلا دیا گیا۔ یہاں تک کہ خواتین اور بچوں سمیت غیر مسلح لوگوں کو گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ ضلع پشتون کوٹ قرہ وایلی، چوبکی اور دیگر علاقوں میں لوگوں کے 80 کے قریب گھر لوٹ مار کے بعد جلا دیے۔ دشمن کے ان مظالم کے ٹھوس شواہد "الامارہ اسٹوڈیو" کی نشر کردہ ویڈیو "کاروانِ خیبر" جو صوبہ فاریاب سے متعلق ہے، اس میں آ گئے ہیں۔

دشمن کے بے لگام فوجیوں اور اربکیوں نے لوگوں کو نہ صرف جان ومال کا نقصان پہنچایا ہے، بلکہ بہت مرتبہ توان وحشیوں نے لوگوں کی عزت اور ناموس سے کھیلا۔ ان کی جانب سے جنسی زیادتیوں کی خبریں باربار ذرائع ابلاغ پر آچکی ہیں۔ دشمن کے انہی وحشیانہ حرکتوں کے باعث عام لوگوں کے سامنے دشمن کا اصل چہرہ عیاں ہوگیا ہے۔ اسی لیے وہ حکومت سے متنفر ہیں۔

سوال: افغانستان میں امریکی چھتری تلے منعقد ہونے والے انتخابات سے بڑی سیاسی تبدیلی آئی ہے۔ مغربی میڈیا پروپیگنڈے کے ذریعے اسے مثبت قرار دے رہا ہے۔ آپ اس تبدیلی کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں؟

جواب: کابل میں قائم ہونے والی حکومت حقیقت میں ہے چہروں کی تبدیلی ہے۔ اندر سے یہ سابقہ جمہوریت کا تسلسل ہے۔ اس سیاسی تبدیلی میں بڑا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اس میں امریکی جارحیت کھل کر سامنے آگئی ہے۔ عوام نے دیکھ لیا کہ گذشتہ ایک سال سے انتخابات کے نعرے لگائے جارہے تھے۔ سیکڑوں ملین ڈالر خرچ کیے گئے۔ لوگوں کو شدید مشکلات اٹھانا پڑیں۔ دشمن چاہتا تھا کہ افغانوں کو دھوکہ دے اور بظاہر ایک قانونی حکومت کی تشکیل کی جائے۔ مگر آخر میں اللہ تعالی نے دشمن کو رُسوا کردیا اور تمام ہم وطنوں نے دیکھا کہ یہ حکومت امریکی وزیر خارجہ جان کیری کے حکم اور فیصلے پر بنی۔ جارحیت پسندوں کی وہ کٹھ پتلیاں، جو خود مختاری کا دعوی رکھتی ہیں، ان کی غلامانہ حیثیت بہت واضح ہوکر سامنے آگئی ہے۔ ہم نے دیکھ لیا کہ ان دونوں افراد کو امریکا نے لایا اور زبردستی مشترکہ حکومت میں یک جا کردیا۔ نئی کٹھ پتلی حکومت کے سب سے بُرے اقدامات امریکا کے ساتھ اسٹریٹجک معاہدے پر دستخط اور کچھ دین دشمن اقدامات ہیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے افغانستان کے لوگ نئی حکومت کو بھی "نئے شکاری اور پرانا جال" سمجھ رہے ہیں۔ نئی حکومت میں جنرل دوستم کو نائب صدر مقرر کیا گیا ہے۔ ان کے پرانے جرائم کو مدنظر رکھتے ہوئے افغانوں کو ان سے خیر کی کوئی توقع نہیں کرنی چاہیے۔ جس نے پوری زندگی چوری ڈکیتی، قتل، ظلم اور کفار کی غلامی ہی کی ہو، اس سے بھلائی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے؟!! دین کی حفاظت کے لیے افغانوں کو چاہیے اپنی وحدت برقرار رکھیں۔ جارحیت پسندوں کے بے بنیاد پروپیگنڈوں سے متاثر نہ ہوں۔ کفر کے مقابلے کے لیے میدان جہاد میں نکلیں، تاکہ اللہ تعالی کی نصرت اور باہمی اتحاد کی برکت سے کفریہ جارحیت پسندوں کو شکست دے کر افغانستان سے نکال سکیں۔

سوال: آپ امارت اسلامیہ کے ثقافتی کمیشن کے امور اور نشریات کو کس حد تک کامیاب سمجھتے ہیں؟

جواب: انتہائی شکر اور فخر کی بات ہے کہ امارت اسلامیہ افغانستان مقابلے کے ہر میدان میں برتر وبالا ہے۔ دشمن کا بہت خوبی سے مقابلہ کیا جارہا ہے۔ ثقافت اور میڈیا کے میدان میں بھی مقابلہ خوب جارہا ہے۔ میں ذاتی طور پر امارت اسلامیہ کی نشریات: کئی زبانوں میں دستیاب "الامارہ ویب سائٹ"، "الصمود"، "سرک"، "حقیقت"، "شہامت"، "شریعت" اور "مورچل" میگزینز کا قاری ہوں۔ جس میں بہترین مضامین اور جہاد کی تازہ بہ تازہ خبریں نشر ہوتی ہیں۔ میری تمام مجاہدین بھائیوں سے درخواست ہے کہ عالم اسلام خصوصا افغانستان کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے "طالبان میڈیا" کا مطالعہ کریں۔ میں اللہ سے ان تمام مجاہدین کے لیے پورے پورے اجر کا طالب ہوں، جو میڈیا کے شعبے میں مصروف خدمت ہیں اور اس راہ میں ہر طرح کی تکالیف اٹھانے کے لیے تیار رہتے ہیں۔

سوال: آپ آخر میں اہل فاریاب یا عام مسلمانوں کے نام کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: میرا اہلیان فاریاب اور تمام مسلمانوں کے نام یہ پیغام ہے کہ الحمدللہ! اللہ کی نصرت اور مجاہدین کی قربانیوں کی برکت سے قافلۂ جہاد فتح کی منزل کے قریب پہنچ چکا ہے۔ میری ان سے درخواست ہے کہ مجاہدین کی حمایت اور مدد کے سلسلے کو جاری رکھیں۔ جن لوگوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی ہے، انہیں چاہیے مجاہدین کے ہم رکاب ہوجائیں۔ جو لوگ دشمن کے پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر دشمن کی صف میں کھڑے ہیں، انہیں چاہیے وطن فروشی اور خیانت سے تائب ہوجائیں۔ مجاہدین کا مقام پہچانیں۔ وہ اِسی قوم کے بیٹے ہیں۔ دشمن کے پروپیگنڈے کو تسلیم نہ کریں۔ انہیں چاہیے خود پر رحم کریں۔ اپنی دنیا و آخرت کی نجات کے لیے جدوجہد کریں۔ کفر کی چاکری چھوڑ دیں۔ مجاہدین انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ فاریاب کے لوگ گواہ ہیں کہ مجاہدین نے بارہا ان فوجی اہل کاروں کو، جو جنگ کے دوران گرفتار ہوگئے تھے، لازمی ہدایات کے بعد رہا کردیا۔ اسی سے ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ مجاہدین جہاد، لوگوں کو قتل کرنے کے لیے نہیں کررہے، بلکہ وہ معاشرے کی اصلاح چاہتے ہیں۔ عالم کفر کا شکنجہ توڑنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگوں کی دنیا و آخرت کی سعادت کے لیے جدوجہد کررہے ہیں۔

افغانستان میں برطانیہ کا تیرہ سالہ ناکام مشن

شاہد غزنیوال

رواں سال 26 اکتوبر کو اتوار کے دن امریکی میرین اور برطانوی بری فوج نے افغانستان کے صوبہ ہلمند میں مجاہدین کی شدید مزاحمت کے بعد اپنا تیرہ سالہ مشن ختم کر دیا۔ وہ اپنا سب سے بڑا فوجی اڈہ اپنی کٹھ پتلی افغان فوج کے حوالے کر کے فرار ہوگئے۔ برطانیہ کی تاریخ میں یہ سب سے مہنگی، طویل اور بے نتیجہ جنگ تھی، جو ملکی سرحدوں سے باہر لڑی گئی۔ اس جنگ میں سوائے ناکامی کچھ ان کے ہاتھ نہیں آیا۔ برطانوی عوام نے اپنی حکومت کے اس ناکام مشن کے بارے میں حکومت کے اقدامات کی شدید مذمت کی ہے اور اسے برطانوی عوام کے لیے ایک شرم ناک مشن قرار دیا ہے۔ یہ ناکام مشن برطانیہ کے سابق وزیر اعظم ٹونی بلئیر کے دور حکومت شروع ہوا۔ اس کے بعد گورڈن براؤن نے اس مشن پر بھرپور توجہ دی اور حالیہ وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون کی حکومت کے دوران ناکامی سے اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس ناکام مشن کے دوران برطانوی فوج کو اپنے بیش بہا فوجی وسائل کے ساتھ اپنے سیکڑوں فوجیوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔ ان کے اپنے اعتراف کے مطابق اس تیرہ سالہ جارحیت کے دوران 453 برطانوی فوجیوں کے تابوت برطانیہ پہنچے۔ 2400 فوجی زخمی ہوئے اور 5000 سے زیادہ فوجی اہل کار مختلف ذہنی بیماریوں کا شکار ہوئے۔ جب کہ برطانوی فوج نے افغانستان کے صوبہ ہلمند کو اپنے مسکن کے طور پر چنا اور گزشتہ تیرہ سالوں میں اس صوبے کے چودہ اضلاع میں سے صرف تین اضلاع میں اپنے مراکز بنانے میں کامیاب ہوئی تھی۔ ان تمام فوجی مراکز میں "کیمپ بیسن" سب سے بڑا مرکز تھا، جہاں سے ۲۶ اکتوبر کو برطانوی اور امریکی پرچم ہمیشہ کے لیے اس سرزمین سے اُتار لیے گئے۔

امریکا کے بعد برطانیہ دوسرا ملک تھا، جس کے سب سے زیادہ 9000 فوجی افغانستان کے صوبہ ہلمند میں تعینات تھے۔ ان نو ہزار فوجیوں پر اب تک برطانیہ کے 31 بلین برطانوی پونڈ خرچ ہوئے ہیں۔ رواں سال یہ اخراجات 40 بلین پونڈ تک پہنچ جائیں گے۔ افغانستان کے صوبہ ہلمند میں برطانوی فوج کا تیرہ سالہ مشن اس لیے ناکامی سے دوچار ہوا کہ ان کی تمام تر کوششوں کے باوجود یہ صوبہ افغانستان کی سطح پر مجاہدین کے گڑھ کے طور پر ابھر کر سامنے آیا اور افغانستان کی سطح پر سب سے زیادہ غیر ملکی فوجی بھی اس صوبے میں واصل جہنم ہوئے۔ یہی وجہ تھی کہ برطانیہ کے سیاسی مبصرین اور 68 فیصد عوام کی رائے یہی ہے کہ برطانیہ کو اپنے فوجی افغانستان نہیں بھیجنے چاہیے تھے۔ برطانیہ کے مشہور مصنف اور سیاسی تجزیہ کار فرینک لیڈوِج (Frank Ledwidge) نے افغانستان کے صوبہ ہلمند میں برطانوی فوجی مشن کے بارے میں (investment in blood) "خون میں سرمایہ کاری" کے نام سے ایک تفصیلی کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں برطانوی فوج کا عراق اور افغانستان میں شکست، انہیں پہنچنے والے نقصانات کے تخمینے اور مرنے والے برطانوی فوجیوں کی صحیح تعداد پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ مصنف نے افغانستان میں مرنے والے اپنے فوجیوں کو غیروں کے لیے قربانی دینے والے کا لقب دیا اور اپنے سیاست دانوں سے شکوہ کیا ہے کہ ہماری فوج کو ایک ایسی قوت سے لڑنے کے لیے بھیجا گیا، جس نے سب سے پہلے اس فوج سے لڑنے کی قوت چھین لی۔ ان کا کہنا تھا کہ اب ہمارے سپاہی ایک شکست خوردہ فوج کی حیثیت سے افغانستان سے واپس جا رہے ہیں۔ آج کے بعد وہ دنیا کے کسی کونے میں بھی فوجی کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ کیوں کہ اس جنگ سے ان کے حوصلے پست ہوگئے ہیں۔ مذکورہ کتاب کے مصنف کا کہنا تھا کہ ہم ہلمند میں برطانوی فوج پر خرچ ہونے والی رقم سے ہم برطانیہ میں بنیادی تعلیم کے ایک ہزار اسکول یا آنے والے دس سالوں میں پورے برطانیہ کے طلباء کو اعلیٰ تعلیم، یا پانچ ہزار پولیس اور نرسز کی پوری سروس کی ماہانہ تنخواہ کے لیے یہ رقم کافی تھی۔ لیکن افسوس کہ اب یہ تمام اخراجات ایک ایسی جنگ کی نذر ہوگئے جس سے برطانیہ کو سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں ملا۔

ہلمند میں برطانوی جارحیت پسندوں کی ناکامی اس لیے بھی اہم ہے کہ برطانیہ نے اس خطے میں مجاہدین کی قوت کو دبانے کے لیے ہزاروں امریکی میرین اور نیٹو کے مسلح افواج کی خدمات حاصل کیں، جن کی کل تعداد چالیس ہزار تک جا پہنچی، لیکن اس کے باوجود وہ خاطر خواہ کامیابی حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ افغانستان سے برطانیہ ناکام و نامراد واپس لوٹ چکا ہے۔ اس شکست کو صرف برطانوی فوجیوں کے وہ رشتہ دار اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں، جن کے پیاروں کی لاشیں برطانوی پرچم میں لپٹی برطانیہ پہنچیں۔

★★★

شہید ملا روزی خان عاکف:

حیات و کارنامے

ملا احمد اللہ وثیق

ملا احمد اللہ وثیق کی مرتب کردہ شہید ملا روزی خان عاکف کے سوانح بہت تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ میگزین کے محدود حجم کی وجہ سوانح کو ایک حد تک مختصر کر دیا گیا ہے۔ اہم اور مفیدِ عام ہونے کی وجہ سے اس کا مختصر شدہ متن دل چسپی کے لیے نذرِ قارئین کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

پیدائش اور تعلیم:

شہید ملا روزی خان عاکف سال 1354 ھش کو زابل کے ضلع نو بہار کے گاؤں "مشیزو" میں دین دار اور جہادی خاندان میں حاجی صالح محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے امام مسجد سے حاصل کی۔ بعد میں زابل ضلع شاہ جوئی کے علاقے موسی زو اور گاگڑی میں تعلیم حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لیے پاکستان کے صوبہ بلوچستان کے شہر کوئٹہ چلے گئے۔ وہاں مختلف دینی مدارس میں جید علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی۔ جب 1994 میں خانہ جنگی کے خلاف تحریک اسلامی طالبان کا آغاز ہوا تو بچپن سے جہاد سے محبت رکھنے والے ملا روزی خان طالبان میں شامل ہو گئے۔ اس لیے ان کی تعلیم ادھوری رہ گئی۔ انہوں نے شہادت کے وقت تک جہادی مصروفیات جاری رکھیں۔ آخر تک اپنی ادھوری تعلیم مکمل کرنے کے لیے فرصت حاصل نہ کر سکے۔

تحریک طالبان میں شمولیت اور جہاد:

ملا روزی خان عاکف 1994 میں خانہ جنگی اور فتنہ و فساد کے راج کے خاتمے کے لیے اٹھنے والی طالبان تحریک کے ایک گروپ میں شامل ہو گئے۔ پہلے قندہار مرکز گئے۔ وہیں سے مجاہدین کی تشکیل میں 'شاہ ولی کوٹ' گئے اور پھر ملا عبدالرحمن کی قیادت میں مسلح جہاد کا آغاز کیا۔ قندہار کی مکمل فتح کے بعد وہ مختلف اوقات میں مجاہدین کے ساتھ گریشک، دلارام، فراہ، رود اور اسی طرح فراہ کے آب خورما کے علاقے میں گھمسان کی جنگوں میں حصہ لیتے رہے۔ انہوں نے ان جنگوں میں دشمن کے خلاف بے مثال بہادری اور جرأت کا مظاہرہ کر کے مجاہدین کے درمیان نمایاں مقام حاصل کیا۔ اسی دوران آپ جنگ کی اگلی صفوں میں کمانڈر ملا محمد اخوند شہید، ملا رحمت اللہ اخند اور دیگر حضرات کے ہاں اعتماد یافتہ اور توجہ کے قابل بن گئے۔ طالبان صوبہ میدان وردگ کے مرکزی شہر "میدان" سے فساد کے خاتمے کے لیے فسادی جنگ بازوں کے ساتھ مصروف جہاد تھے۔ اس محاذ پر پہلی دفاعی لائن کا سب سے اہم اسٹریٹجک نقطہ اور اہم سیکورٹی چیک پوسٹ "کوہ کرغ" کا مورچہ تھا، جس کی حفاظت انتہائی مشکل اور خطرناک تھی۔ کوہ کرغ کا مورچہ ہمیشہ دشمن کے شدید حملوں اور آمنے سامنے کے معرکوں میں خطرے کا شکار رہتا۔ اس مورچے کی حفاظت میں ملا روزی خان اور ان کے ساتھیوں کا کردار انتہائی اہم تھا۔ کوہ کرغ کا مورچہ ایسی جگہ تھا، جہاں کمک پہنچانے والا بہت آسانی سے دشمن کی نظروں میں آ جاتا تھا اور اسے نشانہ بنایا جا سکتا تھا۔ اسی لیے دن کے وقت یہاں بہت کم رسد کی فراہمی کی جا سکتی تھی۔ مگر ملا روزی خان انتہائی جرأت اور بہادری سے دن دیہاڑے اس مورچے تک 4x4 گاڑی کے ذریعے رسد پہنچاتے رہے۔ انہوں نے میدان شہر کے کوہ کرغ، جل ریز اور ارغندی کے علاقوں میں شدید لڑائی میں حصہ لیا۔ جب کابل پر قبضے کے لیے جلال آباد اور میدان شہر سے کارروائیوں کا آغاز کیا گیا تو ملا روزی خان شہید اس تشکیل میں تھے، جو ارغندی کے راستے کابل میں داخل ہوئی۔ کابل کی فتح کے بعد مجاہدین صوبہ پروان کی جانب بڑھنے لگے۔ عاکف شہید نے کچھ مہینے مسلسل صفِ اول میں جہاد کرتے رہے تھے۔ وہ تھک چکے تھے۔ لہٰذا کچھ عرصہ آرام کے لیے اپنے گھر جانے کا سوچا۔

عاکف شہید کے قریبی ساتھی ملا عبدالاحد جہانگیر وال کہتے ہیں: "عاکف شہید کابل سے قندہار گئے، اس وقت پروان میں مخالفین کی جانب سے شدید حملوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ طالبان نے پروان سے عقب نشینی اختیار کی اور کابل شہر کے حدود تک جنگ آ پہنچی۔ جب عاکف شہید کو قندہار میں ان حالات کا پتہ چلا تو انہوں نے ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے گھر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ ایک

رات قندہار میں گذارنے کے بعد پھر کابل چلے گئے اور صف اول پر پہنچ گئے۔"

کابل کی فتح کے کچھ عرصہ بعد "قرغہ" کی آٹھویں بریگیڈ کی تشکیلات میں کمانڈر امیر خان حقانی کے ماتحت جہادی خدمات کا آغاز کیا۔ اکثر اوقات شمالی علاقوں میں بگرام کی حفاظت کے لیے خط اول کے اہم نقات کی حفاظت کے لیے آپریشن میں مصروف رہے۔ جب 1998ء میں طالبان کا بڑا لشکر سالنگ ٹنل کے راستے شمال کی جانب گیا اور بغلان اور قندوز فتح ہوگئے۔ ملا روزی خان عاکف ان آپریشنز میں بھی شریک رہے۔ جب یہ مجاہدین پل خمری اور قندوز میں محاصرے میں آگئے، انہوں پوری دلیری اور ہوشیاری سے دشمن کے خلاف مزاحمت جاری رکھی۔ اس دوران دشمن کی جانب سے 17 بار پے درپے شدید حملے کیے گئے۔ ان حملوں کی روک تھام میں ملا روزی خان دیگر مجاہدین کے ساتھ شریک رہے اور اہم کردار ادا کیا۔ سلیمان آغا، جو افغانستان پر جارحیت کے ابتدائی مراحل میں ملا روزی خان کے ساتھ تھے، اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: "پل خمری درباتک کے علاقے میں دشمن نے بڑا حملہ کیا۔ کئی مجاہدین محاصرے میں آگئے۔ جب ملا روزی خان نے یہ حالت دیکھی تو گولیوں کی بارش میں اپنی بائی فور گاڑی دشمن کے فوجیوں پر دوڑا دی اور دشمن کی صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر جنگ شروع کر دی۔ اس طرح محاصرہ ٹوٹ گیا اور میدان جنگ میں دشمن اپنے 18 فوجیوں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ جن کا اسلحہ مجاہدین نے غنیمت میں حاصل کیا۔"

انہوں نے شمال کی فتح کے بعد بلخ میں 800 مجاہدین پر مشتمل ایک بریگیڈ کی کمان سنبھالی۔ ان کے سربراہ کی حیثیت سے مخالفین کے گوریلا حملوں سے دفاع کرتے رہے۔ ملا اسد اللہ واسر کہتے ہیں: "مخالفین بلخ اور سمنگان کے جنوبی پہاڑی علاقوں سے گوریلا حملے کر رہے تھے، مگر مجاہدین انتہائی سرعت سے ان کا راستہ روک رہے تھے۔ ملا روزی خان اسی علاقے میں شولگرہ، درہ صوف، آق کوپرک اور دیگر علاقوں میں امریکی جارحیت اور بمباریوں کے آغاز تک ایک فعال اور ذمہ دار شخص کی حیثیت سے شریک رہے۔"

امریکی جارحیت اور مسلح جہاد:

جب 2001 کے رمضان میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے حکمت عملی کے تحت پسپائی اختیار کر کے تمام علاقوں سے انخلا کر دیا تو بھی ملا روزی خان عاکف اپنے علاقے میں فعال رہے۔ اپنے مسلح مجاہدین کے ساتھ جہادی کارروائیوں اور اسلحہ کے ذخائر اور عسکری وسائل کو محفوظ مقام تک پہنچانے میں مصروف رہے۔ ان دنوں راقم الحروف کی ملاقات ملا روزی خان عاکف سے ہوئی۔ انہوں نے وسائل کے حوالے سے بتایا: "حال ہی میں میری ملاقات امیر المومنین سے ہوئی۔ انہوں نے ہدایت دی کہ "جہاں تک ممکن ہو ایک گن بھی کسی کے حوالے نہ کرو اور تم جانو اور تمہارا کام۔"

2002 کا سال افغانستان میں امریکی جارحیت کا پہلا سال تھا۔ یہ سال شدید مایوسیوں، پریشانیوں اور مصائب کا سال رہا۔ امریکی جارحیت اپنے عروج پر تھی۔ زمینی راستوں حتی کہ گاؤں دیہاتوں تک جارحیت پسندوں کے گشت جاری تھے۔ آسمان میں امریکی ہیلی کاپٹر تھے۔ کفریہ اتحاد اپنی بھرپور قوت کی نمائش کر رہا تھا۔ عوام شدید ہیجان، مایوسی اور حیرت کا شکار تھے۔ ملا سلیمان آغا کہتے ہیں کہ انہی دنوں ملا روزی خان نے علاقے کے کئی سینئر اور قبائلی شخصیات کا اجتماع بلوایا اور انہیں اپنے جہادی ارادوں سے آگاہ کیا۔ بات ختم کرنے کے بعد اہل مجلس سے سوال کیا: "آپ لوگوں کی رائے کیا ہے؟" سب اہلِ محفل نے اپنی باری پر رائے دینا شروع کر دی۔ مجلس کے اکثر لوگوں کی رائے تھی کہ "اب حالات سازگار نہیں ہیں۔" ملا روزی خان نے سب سے آخری فرد کی رائے لینے کے بعد میری جانب دیکھا اور کہا "تمہاری رائے کیا ہے؟" مجھے اہل مجلس کے مایوس کن جوابات نے بددل کر دیا تھا۔ اس لیے کوئی خاص جواب نہ دے پایا۔ ملا روزی خان آہستہ سے ہنسے اور کہا: "میں پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ اگر اور کوئی بھی ساتھ نہ ہو اور میں اکیلا ہی اٹھ کھڑا ہوں اور ہم پر حملہ آور کفار کے خلاف اپنا یہ سر قربان کر دوں تو مجھے شہید سمجھا جائے گا؟ میری شہادت خراب تو نہیں ہوگی؟" میں نے بے خیالی میں جواب دیا: "نہیں کبھی بھی نہیں۔" انہوں نے اپنی گن کندھے سے لٹکائی اور کہا "چلو!" ہم مجلس سے اجازت لے کر باہر آئے اور موٹر سائیکل پر بیٹھ کر نامعلوم منزل کی جانب روانہ ہوگئے۔ بہت دیر تک ہمارے درمیان خاموشی رہی۔ پھر انہوں نے اپنے آئندہ منصوبوں کے حوالے سے گفتگو کا آغاز کر دیا۔

ملا روزی خان عاکف نے سب سے پہلا مسلح حملہ زابل ضلع نوبہار کے ضلعی مرکز پر کیا اور اُس پر پوری مکمل قبضہ کر لیا۔ یہاں بہت سے جنگی اور دیگر وسائل غنیمت میں حاصل کیے گئے۔ اگلی صبح صوبہ زابل کے مرکز قلات اور قندہار سے ایک بڑا کانوائے ضلعی مرکز سے مجاہدین کا قبضہ چھڑانے کے لیے آگیا۔ مجاہدین نے "سپیرہ سنگ" کے علاقے میں گھات لگا کر کانوائے کو پسپا کر دیا۔ جس سے دشمن ضلعی مرکز تک نہ پہنچ سکا۔ یہ زابل اور آس پاس کے صوبوں میں سب

سے پہلا مسلح حملہ تھا، جو کامیاب رہا۔ دوسرا حملہ سپیرہ سنگ میں نیشنل آرمی پر کیا گیا۔ چند دن بعد "سرخکان" کے علاقے لودینو میں زابل کے سیکورٹی آفس کے اہل کاروں پر مسلح حملہ کیا گیا، جس میں ایک اہل کار اور عبدالخالق نام کا ایک کمانڈر ہلاک ہوگیا۔ نامساعد حالات کے پیش نظر اس طرح کے حملوں کی بڑی اہمیت تھی۔ کیوں کہ اس سے علاقے میں مجاہدین کی موجودگی بھی ثابت ہوتی تھی اور دشمن خوف اور دہشت کا شکار رہنے لگا تھا۔ جس سے علاقہ مکینوں پر دشمن کے رعب میں کمی واقع ہوئی۔ 2003 میں کابل میں قندہار شاہراہ پر تازی کے علاقے میں رات کے وقت نیشنل آرمی کے ایک مضبوط مورچے پر وسیع پیمانے پر مسلح حملہ کیا گیا۔ اس میں ملاروزی خان شہید کے ہمراہ جہادی کمانڈر ملامحمد گل بشیر شہید، ملانذیر اخوند شہید اور ملا احمد اللہ منصور بھی تھے۔ حملے کی کمانڈ ملاروزی خان شہید کے ہاتھ تھی۔ اس حملے میں ملاروزی خان کے ساتھ رہنے والے اسد اللہ واسر کہتے ہیں: "اس رات ملاروزی خان نے مجاہدین کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ مجاہدین کا ایک گروپ گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ دوسرا گاڑیوں اور واپسی کے راستے کی حفاظت پر مامور تھا۔ تیسرا چیک پوسٹ پر حملے کے لیے متعین کیا گیا۔ آخری گروپ کی کمان ملاروزی خان کے پاس تھی۔ یہ گروپ چیک پوسٹ کے بہت قریب گیا اور B-M1 نصب کرکے فائرنگ شروع کردی۔ جب تک ہم چیک پوسٹ پہنچے، ملاروزی خان عاکف ہم سے پہلے مورچے تک پہنچ چکے تھے۔ گھات لگائے مجاہدین نے کمک کے لیے آنے والے فوجیوں پر بھی فائرنگ کی۔ کامیاب حملے میں 14 فوجی ہلاک اور 8 زندہ گرفتار کرلیے گئے۔ دو گاڑیاں تباہ ہوئیں اور ایک غنیمت میں ملی۔ یہ کارروائی کابل قندہار شاہراہ پر سڑک پر ہوئی تھی۔ اس لیے اس کی جزئیات کا عام لوگوں کو بھی پتہ چل گیا اور اسے میڈیا کوریج بھی بہت ملی۔ 2003 میں کے اواخر میں زابل شاہ جوئی کے مرکز اور پولیس ہیڈ کوارٹر پر بڑا اور منصوبہ بند حملہ ہوا۔ ضلع شاہ جوئی صوبہ بھر میں اسٹریٹیجک اعتبار سے بہت اہم علاقہ ہے۔ دشمن نے اس کے تحفظ کے لیے ہمیشہ بڑی کوششیں کی ہیں۔ اس ضلعے پر دونوں جانب سے حملہ کیا گیا۔ حسن کاریز کی جانب سے کمانڈنگ ملاروزی خان اور ارغنداب سڑک کی جانب سے مولوی محمد عالم کر رہے تھے۔ اس حملے میں دشمن کے بہت فوجی ہلاک ہوئے۔ جن میں محمد جمعہ نامی ایک کمانڈر بھی تھا۔ 2004 میں کابل قندہار شاہراہ پر قلات کے قریب کابل انتظامیہ کی جانب سے زابل کے گورنر خیال محمد حسینی کی گاڑیوں کے کانوائے پر آمنے سامنے حملہ کیا گیا۔ جس کی وجہ سے بہت سے پولیس اہل کار ہلاک اور زخمی اور بہت سے زندہ گرفتار کیے گئے۔ لیکن گورنر زندہ بچ نکلا۔ اس حملے کے بعد دشمن نے سخت کارروائی کا آغاز کردیا۔ امریکی فوجیوں نے ملاروزی خان اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کے لیے سخت چھاپے شروع کردیے۔

ملاروزی خان 2002 سے 2004 تک انہی امتحانی مراحل میں اپنے کامیاب اور حیران کن کارناموں کے باعث ایک بہادر اور بارسوخ مجاہد رہنما کی حیثیت سے مشہور ہوگئے۔ زابل کے بہت سے اضلاع اور پڑوسی صوبوں غزنی اور قندہار میں بھی انہوں نے شدید کارروائیاں کیں۔ انہوں نے وقتاً فوقتاً زابل کے علاوہ غزنی ضلع ناوہ، مقر اور جنڈہ میں بھی کارروائیاں کیں۔ انہوں نے غزنی کے عسکر کوٹ کے امریکی مرکز پر پہلی مرتبہ راکٹ حملے کیے۔ عاکف شہید کے محاذ کے ایک ساتھی "ملاداد گل مسلم" کہتے ہیں: "اس آپریشن میں ملامحمد گل بشیر شہید، ملاروزی خان شہید اور دیگر کچھ ساتھی ہمارے ساتھ تھے۔ ہم نے عسکر کوٹ کمپنی پر گولے برسائے۔ ان سالوں کے دوران جہادی رقبے میں توسیع آگئی اور جنوب کے اکثر صوبوں میں جارحیت کے خلاف جہاد اور مزاحمت کا میدان گرم ہوگیا۔ زابل، قندہار، اروزگان اور غزنی کے مجاہدین نے مل کر ایک دوسرے کے تعاون سے جہادی کارروائیاں آگے بڑھائیں۔ اس جہادی فضا کے بنانے اور علاقوں کی آزادی میں بنیادی کردار ملاروزی خان شہید کا تھا۔ جنہوں نے سخت حالات میں جہادی مزاحمت جاری رکھی اور جہادی ولولے کو ٹھنڈا نہیں ہونے دیا۔"

واقعہ شہادت:

ملاروزی خان شہید زابل اور قریب کے جنوبی صوبوں میں جارحیت کے خلاف مسلح جہاد کے نمایاں رہنماؤں میں سے تھے۔ ان کے جدت پر مبنی اقدامات اور جہادی کارروائیوں سے علاقے بھر میں جہادی علاقے کو وسعت ملی۔ اس لیے وہ شروع ہی سے دشمن کی آنکھوں کا کانٹا بنے ہے۔ دشمن نے انہیں شہید یا زندہ گرفتار کرنے کے لیے بہت سے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ تاکہ پوری تحقیق کے ساتھ ان کے ٹھکانے کا پتہ چلایا جاسکے۔ جب 2004 میں ضلع سیوری کے مضافاتی علاقوں میں امریکی کانوائے پر حملہ ہوا تو اس میں دیگر فوجیوں کے ساتھ ایک افسر ڈان بھی ہلاک ہوگیا۔ اس واقعے کے بعد ملاروزی خان نے ذرائع ابلاغ سے بات کرتے ہوئے حملے کی ذمہ داری قبول کی۔ ملاسلیمان آغا بھیر کہتے ہیں: "اس واقعے کے بعد دشمن کی توجہ ان کی جانب بہت زیادہ ہوگئی۔ ان کی

شہادت کے لیے مسلسل چھاپے مارے جانے لگے۔ چار شدید چھاپوں سے وہ زندہ نکل گئے۔ ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ کچھ عرصے کے لیے علاقہ بدل دیں اور ایک طرف کو ہو جائیں۔"

اللہ کی راہ میں شہادت روشن فکر اور پاک طینت مجاہد ملا روزی خان کی آخری آرزو تھی۔ بالآخر 29 اگست 2004 کو دوپہر کے وقت ضلع شاہ جوئی کے مضافات میں خرڈوزی کے علاقے میں ایک گھر میں کسی ساتھی کے ساتھ بیٹھے تھے۔ امریکی فوجیوں نے اچانک فضائی اور زمینی حملہ کیا اور انہیں محاصرے میں بند کر دیا۔ خرڈوزی گاؤں کے ایک آدمی نے اپنا آنکھوں دیکھا حال اس طرح بیان کیا: "جب گردش کرتے ہیلی کاپٹروں کی آوازیں آئیں تو ملا روزی خان نے اپنی کلاشن کوف اٹھائی اور ساتھی سے کہا: "اسلحہ پھینک دو اور گاؤں میں کہیں چھپ جاؤ۔ مجھے اپنے راستے پر جانے دو۔" انہوں نے گاؤں کے قریب ایک پہاڑ کا رخ کیا۔ گاؤں والوں نے انہیں روکا اور مشورہ دیا کہ کنویں میں کود کر وہیں روپوش ہو جاؤ۔ ملا روزی خان نے کہ: "میں خود کو امریکیوں کے ہاتھوں زندہ گرفتار نہیں دیکھنا چاہتا۔ تم اپنا خیال رکھو اور مجھے اپنا کام کرنے دو۔" وہ پہاڑ میں ایک پگڈنڈی پر انتہائی اطمینان سے چلتے رہے۔ امریکی طیاروں کا شور بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ ان پر گیس کے گولے فائر کیے جا رہے تھے۔ جب پہاڑی کے سرے پر پہنچے، وہاں بڑے بڑے پتھروں کے بیچ مورچہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ چار ٹائروں والے موٹر سائیکلوں پر سوار امریکی ان کی جانب آہستہ آہستہ بڑھنے لگے تھے۔ وہ ان پر فائرنگ کرتے رہے۔ دو طرفہ لڑائی بہت دیر تک جاری رہی۔ ان کی فائرنگ سے کئی امریکی فوجی زخمی بھی ہوئے۔ جنہیں ان کے ساتھی گاؤں کے ایک تباہ شدہ مکان میں لے گئے۔ جب ان پر محاصرے کا دائرہ تنگ ہونے لگا تو کئی فوجی پیچھے کی طرف سے گھوم کر آئے اور انہیں شہید کر ڈالا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

بعد میں امریکی فوجیوں نے ان کا جسد خاکی پہاڑ سے اتارا اور ہیلی کاپٹر میں اپنے ساتھ لے گئے۔ ان کا جسد بیس دن تک امریکی فوجیوں نے بگرام ہوائی اڈے میں سنبھالے رکھا۔ بیس دن بعد علاقے کے بڑے لوگوں کے اصرار پر انہیں جسد مبارک حوالے کر دیا گیا۔ جنہیں ضلع نوبہار کے قریب مشیزو کے گاؤں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

شہید ملا روزی خان کی شخصیت:

افغانستان کے سابق وزیر تعلیم وثقافت ملا امیر خان متقی 1998 کے جنگی حالات کے عینی شاہد ہیں۔ انہوں نے ملا روزی خان کی جہادی سرگرمیوں اور بہادری کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ دشمن کے لیے ان کے حملے، ان کی بہادری، فوجی مہارت اور ہوشیاری کے تذکرے کرتے ہیں۔ اسی طرح امریکی جارحیت کے خلاف جہاد کے آغاز میں ملا روزی خان کے کردار کو قابل قدر سمجھتے ہیں۔ عاکف شہید کی شخصیت کے حوالے سے اپنی رائے کا اظہار مختصر الفاظ میں یوں کرتے ہیں: "پل خمری اور قندوز میں محاصرے اور مزاحمت کے دن بہت تکالیف، پریشانیاں اور دباؤ تھا۔ جسے برداشت کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ ملا روزی خان اس وقت کم عمر بھی بہت تھے، مگر ان کا حوصلہ اور ثابت قدمی ایک تجربہ کار شخصیت کی طرح تھی۔ انہوں نے ان حالات کا سامنا بہت اطمینان سے کیا۔ ان کو وہ تکلیف سمجھتے ہی نہیں تھے۔ مجھے ان کا یہ عمل بہت پسند آتا کہ جس جانب سختی زیادہ ہوتی، دشمن کا دباؤ ہوتا، ہم انہیں کہتے تو وہ بہت چستی اور خوشی سے اس جانب چلے جاتے۔ وہ کسی خطرے کی پروا نہ کرتے۔ دوسری خاصیت جو ہر ایک مجاہد میں ہونی چاہیے، یہ کہ وہ بااخلاق ہو۔ اس حوالے سے بھی ان پر اللہ کا خصوصی فضل تھا۔" معروف تجزیہ کار مولوی عبدالرحیم ثاقب ملا روزی خان سے بہت مرتبہ ملے تھے۔ ان کا کہنا ہے: "ملا روزی خان شہید امریکی جارحیت کے خلاف جہاد اور مزاحمت کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ملا روزی خان ایک نوجوان تاریخ ساز شخص تھے۔ جن کے چہرے پر ذکاوت اور عسکری مہارت کے آثار نظر آتے تھے۔ میں جب بھی ان سے ملتا، میرے اندر بھی جہادی عزم اور ہمت تازہ ہو جاتی۔ جب مغربی میڈیا کے پروپیگنڈے نے صلیبی فوجیوں کو دنیا کی واحد فاتح قوت قرار دیا تھا، ان کے مقابلے میں کھڑا ہونا صرف اور صرف اپنی جان سے کھیلنا تھا۔ ملا روزی خان شہید نے اپنی ہمت اور شجاعت سے عملی طور پر افغان عوام کو جارح قوت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا حوصلہ دیا۔ صلیبی جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کے ابتدائی مراحل بہت تاریخ ساز اور حساس تھے۔ جن کی بنیاد عاکف شہید جیسے غیور سرفروشوں کی قربانیوں سے رکھی گئی تھی۔ ہمارے حالیہ جہاد کی تمام تر عسکری اور سیاسی کامیابیاں اسی مرحلے میں تاریخی شخصیات کی قربانیوں اور سرفرشیوں کا حاصل ہیں۔ ملا روزی خان عاکف اپنے ہم عصر جہادی سرخیلوں میں سے ایک نوجوان، جدت طراز اور بیدار مغز قائد تھے۔ جنہیں جارحیت پسندوں کے خلاف جہادی منصوبوں کی تشکیل میں خصوصی مہارت حاصل تھی۔"

امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کہتے ہیں: "ملاروزی خان شہید کے نام سے مجھے اس وقت آگاہی ملی، جب تحریک طالبان افغانستان کی فوجیں 'میدان' شہر میں شر وفساد کے لشکروں سے نبرد آزما تھیں۔ کوہی کورغ پر ثابت قدمی دکھانے کے لیے اکثر ضرورت پڑتی کہ مجاہدین دشمن کے مراکز اور مورچوں پر حملے کریں۔ ان حملوں میں میدان شہر کے خط اول کے تمام مجاہدین اپنا حصہ ضرور ڈالتے۔ ان میں جو سب سے زیادہ بہادر، غیور اور ہوشیار نظر آتا اور ایک دوسرے کے شانہ بشانہ چلتا وہ ملا روزی خان تھا۔ وہ سیاہ چمکتی مشین گنیں کاندھوں پر لیے بہت شوق سے قدم بڑھاتے۔ ان کے ہمراہ مشہور گروپ کمانڈر ملابسم اللہ سحر اور پکتیا ضلع زرمت کے رہائشی ملانذیر اخوند ہوتے تھے۔ یہ تین ساتھی آپس میں انتہائی گہری محبت اور وابستگی کے حامل تھے۔ ملاروزی خان کے ساتھ میری جان پہچان اس وقت بڑھی، جب قندوز میں پہلی مرتبہ طالبان محاصرے میں آئے تھے۔

اس وقت ملاروزی خان شہید بالاحصار اور اس کے قریبی علاقے میں مجاہدین ساتھیوں کے ساتھ رہ رہے تھے۔ وہ وقتاً فوقتاً محاصرے کے زمانے میں کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف دشمن کی یلغار کا مقابلہ کرتے اور بڑے اخلاص کے ساتھ جہادی خدمات سر انجام دیتے۔ جب امریکی یلغار کے خلاف دوسری مرتبہ تحریک کا آغاز ہوا تو ملاروزی خان کی بہادری کے قصے صوبہ زابل میں زبان زد عام تھے۔ ان کی بہادری، سنجیدگی اور متانت کے علاوہ جس صفت نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا، وہ ان کا اخلاص تھا۔ ایک ساتھی نے ان کے متعلق واقعہ سنایا کہ کسی نے ان سے کہا: "بھری جوانی میں جہاد کرتے ہو، کہیں شہید نہ ہو جاؤ؟!!" ملاروزی خان نے کہا: "میری بھی خواہش ہے اللہ کی دی ہوئی جوانی اللہ کی راہ میں قربان کر دوں۔" اس بات سے ان کے اخلاص، نیت اور اللہ سے محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

شاعر اور لکھاری ملاراز محمد ساقیار بڑا عرصہ شہید عاکف کے ساتھ رہے تھے۔ محاذ اور کئی سفروں میں ایک ساتھ رہے۔ انہوں نے بتایا: " ملا روزی خان میدان جنگ میں بہادری اور فداکاری سمیت بہت سی عالی صفات کے مالک تھے۔ اپنی خوب صورتی اور خوب سیرتی، بلند اخلاق اور متواضع طبیعت کی وجہ سے ہر دل کی دھڑکن تھے۔ مختلف اقوام اور مختلف زبانوں: عرب، ترک اور ازبک کے مجاہدین ان کے ساتھ ہوتے۔ مگر ان کی از حد کوشش ہوتی کہ سب سے علاقے کی نسبت سے بالا ہو کر تعلق رکھیں۔ آخری بار چھ ماہ تک مسلسل محاذ میں ہر ہے۔ جس میں ان کی شہادت بھی ہوئی۔" ملا عبدالاحد جہانگیر وال امارت کے دور میں امیر المؤمنین کے کاتب اور سیکرٹری تھے۔ وہ عاکف شہید کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں: "شہید ملاروزی خان خوب صورت جوانی اور نیک صفات سمیت بلند فکر اور اعلی تدبیر کے مالک تھے۔ ان کی ساری جدوجہد اسلام، وطن، اور عوام کے فائدے کے لیے تھی۔ اسلامی نظام کا نفاذ اور وطن کی آزادی ان کی سب سے بڑی خواہش تھی۔" قاری حبیب کہتے ہیں: "2003 میں ملاروزی خان جہادی میدان میں بہت مشہور ہوئے۔ یہ مایوسیوں اور امتحانات کا دور تھا۔ امریکی یلغار زوروں پر تھی، لیکن کہا جاتا تھا کہ زابل میں ملاروزی خان کی سربراہی میں مجاہدین اعلانیہ جہاد کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک ویڈیو میں ہم نے موصوف کی جہادی فعالیت کے مناظر دیکھے، جو انتہائی روح پرور اور حوصلہ بخش تھے۔ موصوف عالمی جارح کفر کے سخت دشمن تھے۔"

موصوف کے جہادی مرتبے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ امریکیوں نے ان کی شہادت کی خبر کو بہت میڈیا کوریج دی۔ شہادت کے واقعے کی فلم بنائی۔ ان کے جسد خاکی کو تین ہفتوں تک بگرام بیس میں رکھا۔ بہر حال شہید ملاروزی خان مصائب اور مایوسیوں کی اندھیریوں میں چمکتا ستارہ تھے۔ جس نے نئی جہادی نسل کو راستہ دکھایا ہے۔ جب زابل کے مضافتی علاقوں میں جارحین اور کابل انتظامیہ کی فعالیت محدود ہوگئی تو مجاہدین نے اپنی توجہ کابل قندہار شاہراہ پر مرکوز کر دی۔ اس شاہراہ پر جارحین کے فوجی وسپلائی کانوائے پر حملوں کو زور دیا۔ عام شاہراہ پر مکمل کنٹرول حاصل کیا۔ بسا اوقات کابل قندہار شاہراہ کئی کئی گھنٹوں کے لیے مجاہدین کے حملوں کی وجہ بند سے رہتی۔ اس صورت حال نے کابل انتظامیہ کو زچ کر دیا تھا۔ مجاہدین سے بات چیت کے لیے انتظامیہ نے کوششیں شروع کردیں۔ اس دوران کابل انتظامیہ کے وزیر داخلہ علی احمد جلالی نے ملاروزی خان سے ٹیلی فونک رابطہ کیا اور کہا: "تم ایک بہادر افغان ہو۔ اس دھرتی کے غیرت مند فرزند ہو۔ مجھے تمہاری جرأت پر فخر ہے۔ تم ایک ہستی ہو۔ اس بے جا جنگ میں اپنی جان مت گنواؤ! اگر تم اس سے دستبردار ہو جاؤ تو ہم تمہاری ہر طرح کی شرائط تسلیم کریں گے اور ہر طرح کی مراعات دیں گے۔" ملاروزی خان نے جواب دیا: "میں تمہاری حسنِ نظر کی تعریف کرتا ہوں اور یہ کہنا چاہوں گا کہ افغانستان پر جارحیت کی گئی ہے۔ یہاں ہزاروں کے حساب سے کفریہ افواج آئی ہیں۔ اس وقت ہم اور آپ سب پر جہاد فرض ہے۔ اپنے بارے میں تو میں یہ کہوں گا کہ جب تک ایک بھی خارجی فوجی موجود ہے، جہاد نہیں چھوڑ سکتا۔"

★★★

برطانیہ کی "زندہ بھاگ" پالیسی

خوشحال غزنوی

۲۶ اکتوبر ۲۰۱۴ء کا سورج افغانستان میں برطانوی فوج کی چوتھی شکست کی نوید لے کر طلوع ہوا۔ جب افغانستان میں امریکا کے سب سے بڑے اتحادی برطانیہ نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے افغانستان کے صوبہ ہلمند میں اپنے سب سے بڑے فوجی اڈے "کیمپ بیشن" سے فرار ہو کر تاریخ کے اوراق میں اپنی چوتھی شکست پر مہر ثبت کی۔ برطانیہ کی یہ شکست اللہ کی نصرت، مجاہدین کی قربانیوں اور عوام کی مجاہدین کے ساتھ بھرپور حمایت کا نتیجہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کی ایک اور جھلک تھی، جو مجاہدین نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس سے قبل بھی کئی ممالک افغانستان میں اپنا فوجی مشن ختم کر کے فرار ہو چکے ہیں۔ جن میں کینیڈا، فرانس، جرمنی اور اٹلی سرفہرست ہیں۔

برطانیہ نے 2005ء میں ہلمند کے مرکزی شہر لشکر گاہ کے شمال مغرب کے ایک صحرا میں اس کیمپ کی بنیاد رکھی۔ اس کیمپ کی سفاکانہ تعمیر میں ایک برطانوی بم پروف بیگ بنانے والی کمپنی "Harsco-Bastion" کا کردار نہایت اہم ہے۔ اس کمپنی نے کیمپ کی حفاظتی دیوار کے لیے خصوصی طور پر بڑی تعداد میں بم پروف بوریاں اور فوجیوں کی رہائش کے لیے بم پروف خیمے تیار کیے تھے۔ اس کمپنی کی انہی خدمات کے پیش نظر اس کیمپ کو "کیمپ بیشن" کا نام دیا گیا۔ یہ کیمپ چند خیموں سے شروع ہوا۔ پہلے یہاں چند سو فوجی تعینات رہے، لیکن بعد میں اس کا حجم بڑھتے بڑھتے 22 کلومیٹر تک پھیل گیا۔ اس کا رقبہ برطانوی شہر "ریڈنگ" کے برابر ہو گیا۔ یہاں ایک دو میل لمبا رن وے تعمیر کیا گیا، جس پر روزانہ چھ سو جہازوں کی آمد و رفت کی سہولت موجود تھی۔ ایئر ٹریفک کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ہوائی اڈہ سکاٹ لینڈ کے "ایڈنبرگ" کے رن وے سے زیادہ مصروف ہوائی اڈہ بن گیا۔ یہ فوجی اڈہ دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کا سمندر پار سب سے بڑا فوجی اڈہ تھا۔ اس کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا، جن میں "کیمپ لیدر نیک"، جہاں صرف امریکی فوجی رہائش پذیر تھے۔ "کیمپ شورابک" افغان کٹھ پتلیوں کے لیے مخصوص تھا۔ جب کہ "کیمپ بیشن" میں صرف برطانوی فوجی تعینات تھے۔ یہاں برطانوی فوج کو ہر قسم کے جدید فوجی آلات فراہم کیے گئے تھے۔

طالبان نے ان کی ٹیکنالوجی کو کبھی بھی خاطر میں نہیں لایا۔ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہوئے زنگ آلود اسلحے سے میدانِ کارزار میں کود پڑے۔ ایک طرف دنیا کی سپر پاور کہلانے والی فوج اور دوسری طرف اللہ کے دین پر مرمٹنے والے نہتے مجاہدین تھے۔ دنیا یہی سمجھ رہی تھی کہ امریکا سے لڑنا اپنی موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ یہ دجالی قوتیں مجاہدین کو کچا چبا جائیں گی، لیکن آج ہلمند میں ان کا جنّات کے غار جیسے اپنے مرکز سے فرار ان کی شرم ناک شکست کی داستان سنا رہی ہے۔ تیرہ سال کی اس طویل جدوجہد میں بہت سی ماؤں کی گودیں اجڑ گئیں۔ بہت سے نوجوان عہد شباب میں ہی معذوری کا شکار ہو گئے۔ بہت سے جیلوں کی آہنی سلاخوں کے پیچھے چلے گئے، لیکن مجاہدین اپنے مشن سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے۔ کفار کے مظالم، اپنوں کی ستم ظریفی، میڈیا کے بے ہودہ الزامات اور برے القابات کے باوجود مجاہدین ثابت قدم رہے، یعنی

؎ کیا غم ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف\
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

اس خطے میں کفریہ لشکر جتنا مجاہدین کی مزاحمت کو دباتا رہا، اتنا ہی وہ ابھرتا رہا۔ یعنی "مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی"۔ آئے دن مجاہدین کی صفیں مضبوط اور مستحکم ہوتی رہیں۔ ان پر حملے بڑھتے رہے۔ مجاہدین کے ان پے درپے حملوں کو روکنے میں ناکامی کے بعد صلیب کے پجاریوں کی مزاحمت دم توڑ گئی۔ مذاکرات کی دہائیاں دینے لگے۔ مجاہدین اپنے یک نکاتی موقف پر ڈٹے رہے۔ "صلیبی جارحیت پسندوں کے مکمل انخلا تک ہم کسی قسم کی بات چیت کے لیے تیار نہیں ہیں۔"

طالبان اور دجالی قوتوں کی کشمکش جاری تھی کہ سال ۲۰۱۲ء میں

امریکا اور اس کے شیطانی حواریوں نے مسلمانوں کی دل آزاری، مسلم ممالک میں افراتفری کی صورت حال پیدا کرنے اور مسلمانوں کی غیرت و حمیت جانچنے کے لیے ایک نہایت ہی قبیح فعل کا ارتکاب کرتے ہوئے اسلام کے خلاف ایک توہین آمیز فلم بنائی۔ اس کے منظر عام پر آتے ہی مسلم ممالک میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف مظاہرے پھوٹ پڑے۔ دوسرے ممالک کی طرح افغانستان کی غیور عوام بھی سڑکوں پر نکل آئی۔ فضا "مرگ بر امریکا" کے نعروں سے گونجنے لگی۔ طالبان نے امریکا اور اس کے حواریوں کو سبق سکھانے کے لیے ایک بھرپور حکمت عملی کے تحت اس بیس پر حملے کا منصوبہ بنایا۔ اس پر حملے کے لیے مجاہدین نے پندرہ رکنی فدائی دستہ تشکیل دیا۔ چناں چہ ۱۴ ستمبر ۲۰۱۲ء کو مقامی وقت کے مطابق رات کے تقریباً دس بجے پندرہ فدائی مجاہدین انتہائی سخت سیکورٹی حصار کو توڑ کر بیس میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ منصوبے کے تحت برطانوی فوج کے رہائشی خیموں، ہوائی جہازوں اور تیل کے بڑے بڑے ذخائر کو نشانے پر لے لیا۔ صبح کے چار بجے تک پندرہ مجاہدین ہزاروں اتحادی فوجیوں سے ان کے بیس کے اندر مردانہ وار مقابلہ کرتے رہے۔ صبح کو آخری مجاہد کی شہادت پر یہ تاریخی کاروائی اختتام کو پہنچی۔

اس تباہ کن حملے کے نتیجے میں درجنوں برطانوی اور امریکی میرین کے اہل کار ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔ جانی نقصانات کے علاوہ برطانوی افواج کو شدید مالی نقصانات بھی اٹھانا پڑے۔ آٹھ جدید AV_8B. Harrier jets ہارئیر جیٹ طیارے، تین ہیلی کاپٹر، تین ہینگر اور تیل کے تین بڑے ذخائر بھی مجاہدین کے راکٹ حملوں کا نشانہ بنے۔ یاد رہے کہ ان آٹھ ہارئیر جیٹ طیاروں کی کل مالیت 240 ملین ڈالر ہے۔ برطانوی اخبار ڈیلی ٹیلی گراف نے اس حملے کے حوالے اپنے ایک رپورٹ میں لکھا: "دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانوی فضائیہ کو ایک ہی حملے میں پہنچنے والا یہ سب سے بڑا نقصان ہے۔" واضح رہے! مغربی میڈیا نے بھی اپنے چھ ہارئیر جیٹ طیاروں کی تباہی اور دو طیاروں کو نقصان کو پہنچنے کے ساتھ دو امریکی میرین اہل کاروں کی ہلاکت کا اعتراف بھی کیا۔ پہلی مرتبہ مغربی میڈیا اپنے نقصانات کا کچھ نہ کچھ برملا اعتراف کرتا دکھائی دیا۔ حالانکہ اس حملے میں ان کو پہنچنے والے نقصانات اس سے کئی گنا زیادہ تھے۔ خارجی فوجی پہلے ہی ہلمند کو ایک اَن دیکھی قید کی وجہ سے جہنم تصور کرتے تھے۔ کیمپ بیشن ان تمام افواج کے لیے ایک پناہ گاہ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ کیوں کہ اس کے سیکورٹی حصار کو دیکھ کر طالبان کا داخلہ بہ ظاہر ناممکن دکھائی دیتا تھا۔ لیکن طالبان اللہ کی نصرت سے یہ سیکورٹی توڑ کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہوئے اور اس نام نہاد سپرپاور کا وہ حشر کیا جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا برطانوی جارحیت پسند پہلے ہی بوکھلاہٹ کا شکار تھے۔ اس حملے کے بعد مزید بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے۔ اُسی دن سے برطانیہ نے انخلا کے منصوبے پر کام شروع کر کے اپنا سامان سمیٹنا شروع کیا اور دو سال بعد پرچم اتار کر سرکاری طور پر اپنی شکست تسلیم کر کے افغانستان سے فرار ہوگیا۔ وہ جو کہتے تھے کہ اس صحرا سے ایشیا کے مستقبل کے فیصلے ہوں گے۔ وہ ایشیا تو درکنار، صرف افغانستان کے ایک صوبے پر اپنی حاکمیت قائم نہ رکھ سکے۔ انخلا کے بعد کفار کے رہنماؤں کے جو بیانات میڈیا کی زینت بنے، وہ بھی مجاہدین کی فتح کی نوید سنا رہے ہیں۔ برطانیہ کے شاہی گارڈ کے ایک ۴۷ سالہ افسر میجر رابرٹ مینسل نے برطانوی جریدے گارڈین سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ "وہ کئی سالوں سے افغان جنگ میں شریک ہے اور اس کے بہت سے ساتھی طالبان کے ہاتھوں مارے جاچکے ہیں۔ میجر رابرٹ کا کہنا تھا کہ "کیمپ بیشن" ان کے لیے ایک خوف کی علامت تھا۔ جہاں ہر وقت برطانوی فوجیوں کی چیخیں سنائی دیتی تھیں۔ ہر فوجی کے چہرے پر خوف اور ناامیدی کے آثار نمایاں ہوتے تھے۔" گارڈین اخبار رابرٹ مینسل کی زبانی مزید لکھتا ہے کہ "جب کیمپ میں ہم نے آخری جنریٹر بند کیا تو کیمپ پر ایک پراسرار خاموشی چھاگئی۔ یہ ایک عجیب صورت حال تھی، جس کا ہمیں سامنا تھا۔ کیوں کہ ہمیں یقین نہیں تھا کہ ہم ایک دن اس کیمپ سے زندہ سلامت واپس لوٹیں گے۔ اس وقت ہر فوجی کی یہی کوشش تھی کہ وہ سب سے پہلے اس کیمپ سے نکل جائے۔"

برطانیہ کے سابق وزیر دفاع ڈاکٹر لیام فاکس نے برطانوی اخبار ڈیلی ویسٹرن کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ "مغربی ممالک کا یہ ایک احمقانہ فیصلہ تھا کہ افغانستان میں تھامس جیفرسن کی جمہوریت قائم ہوگی۔ ہماری جنگی پالیسی بنانے والے تاریخ سے ناواقف ہیں۔ اگر وہ تاریخ کا مطالعہ کرتے تو کبھی بھی افغانستان پر حملے کا نہ سوچتے۔ یہ سچ ہے کہ ہم نے طالبان کی حکومت ختم کی، لیکن یہی طالبان چند سال بعد پہلے سے زیادہ منظم اور مضبوط قوت کے طور ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ ان کے زیر کنٹرول علاقوں میں آئے روز اضافہ ہورہا ہے۔" برطانوی سیکرٹری دفاع تو اتنے گھبرائے ہوئے تھے کہ انہوں نے ہمیشہ کے لیے اپنی فوج افغانستان بھیجنے سے توبہ کرلی۔ برطانیہ کے معروف اخبار

"ڈیلی میل" سے گفتگو کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ "برطانیہ کسی حال میں بھی آئندہ اپنی فوج افغانستان نہیں بھیجے گا۔" فالن کا کہنا تھا کہ "تیرہ سال قبل ہمیں طالبان کی جس مزاحمت کا سامنا تھا، وہ آج بھی برقرار ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ برطانوی کے انخلا کے بعد اس میں کوئی کمی آئے گی۔"

دوسری طرف برطانیہ کی شکست کے بعد طالبان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔ اسی حوالے سے صوبہ ہلمند کے نائب جہادی مسئول ملا محمد داؤد مزمل نے الامارہ نیوز سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ " امارت اسلامی کے ایک مجاہد کی حیثیت سے برطانوی جارحیت پسندوں کے مظالم، ان کا متکبرانہ لہجہ اور ان کا اپنی ٹیکنالوجی پر غرور مَیں نے بڑے قریب سے دیکھے ہیں۔ برطانیہ کی شکست تمام اتحادیوں کے لیے عبرت کا مقام ہے۔" ان کا کہنا تھا کہ "برطانیہ کی شکست اس لیے بھی بڑی اہمیت کی حامل ہے، کیوں کہ ان کو ایک ایسی قوت کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہونا پڑا، جو ان کے مقابلے میں بالکل نہتی ہے۔ مجاہدین نے ایمانی قوت سے امریکی اور برطانوی بم پروف ٹینکوں اور بلٹ پروف گاڑیوں کے پرخچے اڑادیے۔ گذشتہ کئی سالوں سے برطانوی اور امریکی فوجیوں پر بارودی سرنگوں کے بے شمار دھماکے کیے گئے۔ جن میں دشمن کو شدید جانی اور مالی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ برطانوی جارحیت پسند طالبان کے حملوں کے سامنے بھیگی بلی بن گئے تھے۔ اپنی لاشیں اٹھا اٹھا کر تھک گئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے "زندہ بھاگ" پالیسی پر عمل کرتے ہوئے فرار میں ہی عافیت سمجھی ہے۔" برطانیہ کی شکست امریکا اور اس کے دوسرے اتحادیوں کے لیے بڑا دھچکا ہے۔ یہ بات افغان قوم نے دنیا سے منوالی ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکنے کے لیے تیار نہیں۔ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ ہمارے سر راہِ خدا میں کٹ تو سکتے ہیں، مگر جھک نہیں سکتے۔ امریکا اس جنگ میں مزید تنہا ہوتا جارہا ہے۔ اس کے اتحادی ایک ایک کرکے ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ اب اس کا حشر سوویت یونین سے زیادہ عبرت ناک ہوگا۔ ان شاء اللہ

بقیہ از: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اقوام متحدہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ علمی کمال تھا کہ اگر حق دوسرے آدمی کی بات میں نظر آیا ہے تو آپ نے فورا اسے قبول کر لیا۔ آپ کے سامنے امیر المومنین کا منصب اور "محدثِ اُمت" ہونے کا شرف ذرہ بھی رکاوٹ نہیں بن سکا۔ آپ جہاں دیگر فیصلوں میں انصاف کے علمبردار تھے، علمی تقاضوں میں بھی انصاف کے امین تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے عوام کے ہر فرد کو دلیل کی بنا پر حقِ مخالفت عطا کر رکھا تھا۔ ایک مرتبہ آپ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر خطاب فرمارہے تھے۔ آپ نے فرمایا: "نکاح کے وقت عورتوں کو زیادہ حق مہر نہ دیا کرو۔ زیادہ سے زیادہ بھی چار سو درہم سے زائد نہ ہو۔ اگر زائد ہو تو میں بیت المال میں جمع کر لوں گا۔" جوں ہی آپ منبر سے نیچے اُترے تو قریش کی ایک عورت نے آپ کو روک لیا۔ کہنے لگی: "اے امیر المومنین! کیا آپ نے لوگوں کو منع کیا ہے کہ وہ چار سو درہم سے زائد حق مہر نہ دیں؟ " آپ نے جواب دیا: "ہاں!" اس عورت نے کہا: "کیا آپ نے وہ نہیں سنا، جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نازل کیا ہے؟" آپ نے فرمایا: "کیا؟" اس نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تم اس بیوی کو ڈھیروں مال (بصورت حق مہر) دے چکے ہو۔" اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اے اللہ! عمر کو بخش دے۔ ہر کوئی عمر سے زیادہ فقیہ ہے۔" پھر آپ لوٹے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "اے لوگو! میں تمہیں چار سو درہم سے زائد حق مہر دینے سے منع کرتا تھا، لیکن اب تم چاہو تو اپنے مال سے جتنا دل کرے، حق مہر دے سکتا ہے۔" ایک روایت میں ہے آپ نے اس موقع پر فرمایا: "امرأة اصابت ورجل اخطأ" عورت نے درست کہا اور مرد نے غلطی کی۔

یہ چند واقعات تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مردوں اور عورتوں کے حقوق کے حوالے سے آج بھی دنیا میں حقوق نسواں کے حوالے سے بلند و بالا دعوے کیے جارہے ہیں۔ جن کا مقصد بے حیائی کے فروغ کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ دراصل اسلام ہی حقوق نسواں کا علم بردار اور حقیقی ضامن ہے۔ آج اگر مغرب اور مغرب پرست اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور اسلام کو حقوق نسواں کی راہ میں رکاوٹ قرار دیتے ہیں، تو یہ صرف حقیقت سے چشم پوشی اور اسلام کو بدنام کرنے کی سازش ہے۔

کابل انتظامیہ کے اسلام مخالف اقدامات

اور ہمارا موقف

شکور شفق

سب جانتے ہیں کہ مغرب زدہ صدر اشرف غنی جب سے امریکا اور مغرب کی حمایت سے صدارتی محل میں داخل ہوئے ہیں، ایک تاریخی جرم کے طور پر ان کی اولین ترجیحات یہی تھیں کہ افغانستان میں امریکا کے دائمی فوجی اڈوں کے معاہدے پر دستخط کردیے جائیں۔ افغانستان ہمیشہ کے لیے امریکی کالونی میں تبدیل ہوجائے۔ بدقسمتی سے انہوں نے یہ سب کچھ کردکھایا۔ اس کے بعد بہت جلد ان کے کمیونسٹ مشیر حنیف اتمر نے ایک ویڈیو کانفرنس میں اسلام کے مضبوط قلعوں دینی مدارس کو دہشت گردی کے اڈے قرار دیا اور اسلام کے اِن کے خلاف بہت ناروا لہجہ استعمال کیا۔ کابل سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ ایکسپریس میں بھی اللہ تعالی، اسلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے توہین آمیز تحریر شائع کرکے دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو اذیت دی گئی۔ حال ہی میں مغربیوں کے بقول کابل کی خاتون اول رولا غنی نے افغان عوام کے نظریات اور روایات کے برخلاف بی بی سی ٹی وی پر ایک انٹرویو میں فرانسیسی مسلمان خواتین کے شرعی حجاب کے خلاف حکومتی پالیسی کی حمایت کی اور شرعی حجاب کو تضحیک آمیز انداز میں اندھے پن کے مترادف قرار دیا۔ ان حرکتوں سے نہ صرف افغان عوام کو تکلیف ہوئی۔ لوگوں کو اقتصادی ترقی کے لیے محض پالیسیوں اور منصوبوں کے اعلانات میں مصروف رکھا گیا ہے۔ کچھ بے خبر ایسے بھی ہیں، جو اب بھی اس ناکام انتظامیہ سے امید لگائے بیٹھے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اشرف غنی کے صدر بنتے ہی کابل میں موجود سیکولر حلقے کس طرح فوری طور پر حرکت میں آگئے اور انتقامی انداز میں مسلسل اسلامی شعائر اور افغانی روایات کے خلاف ہرزہ سرائیاں شروع کردیں؟ اس کا جواب انتہائی واضح ہے۔ اشرف غنی کی انتخابی مہم کے لیے مغربی میڈیا کی کوششیں، امریکا اور مغربی حکومتوں اور مذہبی کلیساؤں کی جانب سے اس قدر بڑے پیمانے پر مصارف وغیرہ سب کچھ اسلام مخالف اقدامات کے لیے تھا۔ ایسے امیدوار جن کی پشت پر ایران، تاجکستان اور دیگر علاقائی ممالک کھڑے تھے، مغربی ممالک نے ان سب کے مقابلے میں اشرف غنی اور رولا غنی کو سپورٹ کیا۔ اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ ان کا اقتدار قائم ہوتے ہی صدارتی محل سے لبرل ازم اور اسلام مخالف آگ کے شعلے بھڑکنے لگیں گے، جس کی تپش تمام مسلمانوں کو اذیت پہنچائے گی۔ ایک مضبوط احتمال یہ بھی کہ کابل میں موجود سیکولر لوگ اسلام مخالف اقدامات اس لیے کررہے ہیں کہ افغان معاشرے میں اپنی گذشتہ 14 سالہ کوششوں کے نتائج دیکھ سکیں۔ وہ یہ دیکھ سکیں کہ یہودیوں اور نصاری کے بے دریغ مصارف کا کتنا ثمر آیا ہے؟ کیا اب بھی جمہوریت کا راگ الاپنے والے محض یہی چند سدھائے چہرے ہیں یا افغان عوام میں اس کے اثرات منتقل ہوچکے ہیں؟ کیا عام افغان اب بھی جہادی جذبے اور دینی احساسات کی حمایت میں "یک جان دو قالب" ہیں یا نہیں؟

یہ بات واضح ہے کہ کابل میں اسلام مخالف اقدامات کے خلاف افغان مسلمان عوام نے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ مسلمان عوام کی امیدوں کی اصل انتہا کے طور پر امارت اسلامیہ کھلے عام ایسی حرکتوں اور اقدامات کے خلاف اپنی آواز اٹھاچکی ہے۔ مستقبل میں بھی یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے گی کہ وہ اپنے عوام کے شانہ بشانہ ہر محاذ اور ہر مورچے میں عقیدے اور قوم کے دشمنوں کے خلاف کھڑے ہوں گے۔ اس وقت تک نہیں بیٹھیں گے، جب تک ان سیکولر اور مغربی حلقوں سے افغانستان کی سرزمین کو پاک صاف نہیں کردیا جاتا۔ اور اللہ کے دین کی حاکمیت قائم نہیں ہوجاتی۔ ان شاءاللہ تعالی

ایوان صدر میں صلیب اور کلیسا!

عبدالرحمن مدنی

جب سے اشرف غنی کو افغانستان کی آدھی حکومت ملی ہے، تب سے اسلام کے مقدس دین کے خلاف توہین آمیز بے باکی اور ناروا گستاخیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ کبھی لنگڑے شیطان حنیف اتمر کی گستاخیوں کی صورت میں، کبھی ایک مقامی، لیکن محدود روزنامہ اخبار "افغانستان ایکسپریس" کی گستاخانہ تحریر کی صورت میں، کبھی "مجید قرار" جیسے ایک بے حیثیت کامیڈین کے مذاق کی صورت میں اور ان سب سے بڑھ کر افغانستان کی تاریخ کے برعکس ایوان صدر کے اندر صلیب کے سامنے سجدوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ یہ سب کچھ اس ماہ میں اتنے تسلسل سے ہوا ہے کہ جیسے اس کی پہلے سے منصوبہ بندی کی گئی ہو۔ گویا یہ سب کچھ تدریجاً دین کے خلاف مسلسل اقدامات کی صورت میں آگے بڑھایا جائے گا۔

جب سے صدارتی امیدواروں کی انتخابی مہم کا آغاز ہوا تو یہ بات ہر جگہ سنی جا رہی تھی کہ اشرف غنی کی اہلیہ عیسائی ہیں۔ خود اشرف غنی بھی اپنی اہلیہ کے دین سے متاثر ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اپنی اہلیہ کا نام "رولا غنی" سے "بی بی گل غنی" کر دیا۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی پھیلانی شروع کر دی کہ وہ مسلمان ہیں۔ اس حوالے سے سوشل میڈیا پر ان کے کمپین چلانے والوں کا استدلال یہ تھا کہ انہوں نے ایک انتخابی جلسے میں قرآن کریم کی آیات تلاوت کیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ مسلمان ہو گئی ہیں۔ اِسے اشرف غنی کا ایک اور کمال اور کامیابی قرار دیا گیا ہے۔ مگر جب اشرف غنی آدھی حکومت کے مالک بنے تو یہ سب کچھ واضح ہو گیا کہ وہ اب بھی "رولا غنی" ہی ہیں۔ وہ اپنے دین پر قائم ہیں۔ یہ تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے کہ افغانستان کی خاتونِ اول ایک نصرانی اور بیرون ملک کی شہری ہیں۔ افغانستان آنے سے قبل ہی انہوں نے اپنی اولاد اور شوہر کو اپنے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ ہر وقت انہیں اپنے ساتھ کلیسا لے جایا کرتی تھیں۔ اگرچہ حال ہی میں رولا غنی کے بیٹوں کی زبان سے یہ بات نکل گئی کہ "ڈیڈی" ہماری "ممی" کے ساتھ کلیسا جاتے تھے۔ مگر اس کا پتہ نہ چل سکا کہ کیا اشرف غنی نے بھی کبھی انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی؟!

اگر ایک طرف اشرف غنی دین کے معاملے میں لاپروا معلوم ہوتے ہیں تو رولا غنی بھی تعصب اور افراط کی حد تک نصرانیت سے لگاؤ رکھتی ہیں۔ بہت سے مشنری (عیسائی تبلیغی) اداروں کی رکنیت بھی رکھتی ہیں۔ اسی لیے انہوں نے افغانستان کی مظلوم خواتین کے حقوق اور ان کے تعاون کے بہانے افغانستان میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کی تھی۔ اشرف غنی کے بیٹے اور بیٹیوں کے حوالے سے اب تک کوئی بحث نہیں ہوئی ہے۔ مگر کہا جاتا ہے کہ ان کی ایک بیٹی ایک عیسائی ادارے کی رکن ہیں۔ مغربی دنیا اور اپنے گھر کے بے باکانہ ماحول کے باعث وہ جو کپڑے پہنتی ہیں، وہ کسی طور بھی افغان کلچر کی نمائندگی نہیں کرتے۔ رولا غنی نے "بی بی سی" سے ایک حالیہ انٹرویو میں گفتگو کرتے ہوئے انتہائی منافقت سے کام لیتے ہوئے کہا: "ہم سب ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں، مگر ہر شخص اپنے طرز اور طریقے سے بندگی کرتا ہے۔" انہوں نے اس اَمر کا اعتراف کیا کہ "وہ اب بھی نصرانی ہیں۔" یعنی تین خداوں کا عقیدہ رکھتی ہیں۔

جب سے حالیہ صدر اشرف غنی کو آدھی حکومت ملی ہے پہلی بار جمہوری طریقے سے انتقال اقتدار ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پہلی بار تکرار اور حریفانہ مقابلے کی فضا سامنے آئی ہے۔ پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ افغانستان کے آدھے لوگ ایک شخص کو صدر قرار دیتے ہیں اور دوسرے آدھے ایک اور شخص کو صدر سمجھتے ہیں۔ مگر پہلی بار "ٹیری جونز" کے بچوں نے ایک افغانی اخبار میں اللہ تعالی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دین وشریعت کی اہانت کی ہے۔ پہلی بار صدر کے ایک دفاعی مشیر جیسے اہم عہدے دار نے یہ جرأت کی کہ دینی مدارس اور دینی اداروں کو بند کرنے کا مشورہ دیا گیا۔

بقیہ: صفحہ نمبر 26 پر ملاحظہ فرمالیں۔

انگلستان کے ساتھ یورپ کی کشمکش

لطیف عزم

یورپ ایسی صورت حال میں اپنی یکجہتی کا رونا رو رہا ہے، جہاں دیگر ریاستوں کی طرح اب انگلستان میں بھی علیحدگی کی سازشیں زور پکڑ رہی ہیں۔ انگلستان کا سلطنتی نظام آج بھی شاہانہ طریقے سے ملکہ چلا رہی ہے۔ یہ نظام یورپ میں موجود ریاستوں کے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ یورپ کے بروکسل کی رواں برس اکتوبر کی 23 اور 24 تاریخ کو ہونے والی میٹنگ سے نہ تو انگلستان اور دیگر ریاستوں کے درمیان جاری کشمکش ختم ہوئی، بلکہ اسے مزید گمبھیر بنا دیا ہے۔ یورپ کی ریاستیں اس بات پر زور دے رہی ہیں کہ انگلستان میں دوسرے ممالک کے باشندوں کے لیے جو قانون بنایا گیا ہے، وہ ان کے حقوق کے منافی ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان قوانین میں ترمیم کر کے بہتر اصلاحات کی جائیں۔ وہ اس بات پر بضد ہے کہ یورپ کے اٹھائیس ممالک اور انگلستان کی سرحدات ہے ختم کی جائیں۔ بغیر ویزے اور پاسپورٹ کے آنے جانے پر پابندی ختم کی جائے۔ اسی طرح یہ ریاستیں چاہتی ہے کہ انگلستان ترقی کے کاموں پر عمل درآمد کے لیے 25 فیصد کوٹے کا حجم بڑھا کر اس میں 2 ملین یورو کا مزید اضافہ کیا جائے۔ لیکن انگلستان سرحدات کے ختم کرنے اور بغیر ویزے اور پاسپورٹ کے بغیر آنے جانے پر پابندی ختم کرنا اپنی آزادی اور خودمختاری کے منافی سمجھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ترقی کے کاموں پر عمل درآمد کے لیے مزید 2 ملین یورو کے اضافہ میں صرف اور صرف انگلستان ہی نہیں، بلکہ دیگر ریاستیں بھی خاص طور پر المان اور فرانس شامل ہیں، مکمل حصہ لیں۔ کیوں کہ انگلستان کی طرح المان اور فرانس بھی ان ریاستوں سے مکمل استفادہ کر رہے ہیں۔

یورپ اور انگلستان کے درمیان ایک نیا بحران اس وقت سامنے آیا جب برطانیہ کے سابق وزیر ڈیوڈ کیمرون نے کہا کہ 2017 کو ہونے والے انتخابات میں اگر کامیابی حاصل کی تو وہ فیصلہ کرنے کے بارے میں سوچیں گے کہ آیا انگلستان یورپ سے علیحدہ ہوگا یا نہیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یورپ انگلستان کے عدالتی قوانین میں کوئی دخل اندازی نہ کرے۔ یورپ کیمرون

کے اس اعلان کو اپنی وحدت اور سالمیت کے لیے ایک بڑا دھچکا سمجھنے لگا ہے۔ اگر انگلستان اور یورپ کے درمیان یہ کشمکش اسی طرح جاری رہی تو دیگر ریاستوں میں بھی اسی طرح کی شورشیں زور پکڑ سکتی ہیں۔ خاص کر ان ریاستوں میں جو اقتصادی لحاظ سے کمزور ہیں۔ اگر ان سازشوں میں انہیں کوئی بھی فائدہ نظر آیا تو وہ بھی انگلستان کے نقش قدم پر چلنے سے گریز نہیں کریں گی۔

اسی طرح انگلستان اپنے اور یورپ کی مشترکہ کرنسی "یورو" کو ملک میں رائج کرنے پر بھی ناخوش ہے۔ انگلستان اپنی تاریخ، سیاسی قدامت اور تجارتی خودمختاری کو دیکھتے ہوئے یہ چاہتا ہے کہ ملکی کرنسی یورو کے بجائے پونڈ ہونی چاہیے۔ لیکن یورپ کی دیگر ریاستیں انگلستان کی اس خواہش کے بالکل خلاف ہیں۔ اور اسے اپنے خطے کی اقتصادی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ سمجھتی ہیں۔

جمع وترتیب: خلیل۔ عزیز

کچھ جہادی مصلحتیں

یہ بات سورج کی طرح واضح ہے کہ امریکا، نیٹو اور ان کے کٹھ پتلی اپنی تمام تر قوت، وحشیانہ مظالم اور جنگی اسٹریٹیجی کے باوجود کامیاب نہ ہوسکے۔ وہ افغان عوام کے بل بوتے جاری اس جہادی تحریک کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ان کی خواہش مختلف الزامات لگا کر اسے داغ دار کرنا ہے۔ ان کی تمنا طالبان کے واضح اہداف اور نصب العین کو طرح طرح کے پروپیگنڈوں سے مشکوک بنانا ہے۔ ان کی آرزو طالبان اور عوام کے درمیان فاصلے پیدا کرنا ہے۔ تاکہ مجاہدین اور عام لوگوں کو آپس میں لڑا کر ایک دوسرے کا مخالف دیا جائے۔

سوچنے والی بات یہ ہے کہ امریکا، نیٹو اور کابل انتظامیہ کیوں اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو رہے۔ انہیں افغان عوام اور مجاہدین کے درمیان دوریاں پیدا کرنے میں کامیابی کیوں نہ مل سکی؟ ہمارے خیال میں اس کی کچھ وجوہات ہیں۔ ایک یہ کہ افغان عوام اپنی روایات پر انتہائی سختی سے کاربند ہیں۔ اپنی ملت، دین، مذہب اور قومی غیرت پر ان کا احساسِ تفاخر انتہائی بلند ہے۔ امریکا اور کفریہ اتحاد نے گذشتہ 14 سالوں میں جو کچھ کیا، ان سب اقدامات کو یہ لوگ سو فیصد اپنی تاریخ اور مذہب کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان کا ضمیر اس پر کبھی راضی نہیں ہوتا کہ خارجی فوجیوں کے ناپاک قدم ان کی دہلیز پر پڑیں۔ دوسری طرف مجاہدین اور امارت اسلامیہ بھی دشمن کی چالوں اور سازشوں کے مقابلے کے لیے چوکنے اور تیار بیٹھے ہیں۔ ممکنہ حد تک ان کی کوشش ہوتی ہے کہ عوام اور مجاہدین کے درمیان نفرتیں اور تفرقہ جنم نہ لے۔ اسی لیے امارت اسلامیہ کے جہادی ضوابط، اصولوں اور قیادت کی جانب سے جاری کردہ پیغامات اور ہدایات میں اس بات پر بار بار صراحت کی جاتی ہے کہ مجاہدین عوام سے اچھا سلوک کریں۔ ان کے خلاف طاقت اور دھمکی کا استعمال نہ کریں۔ بلکہ ان سے قریبی رابطہ اور افہام و تفہیم کا تعلق رکھیں۔

افغانستان میں امریکا کے ایک سابق جنرل "جوزف ڈنفورڈ" نے ایک انٹرویو میں افغان جنگ کا تجزیہ ان الفاظ میں کیا: "افغان جنگ کے جیتنے والے وہ لوگ ہوں گے، جو افغان عوام کو اپنے قریب کرلیں۔" ان کا کہنا ہے کہ " اگر ہم افغان عوام کے مزاج کے مطابق چلتے اور ان کے دل اپنے قریب کرتے (افسوس ہم نے ایسا نہیں کیا) تو دس سال قبل ہم یہ جنگ جیت چکے ہوتے۔" جنرل کا یہ بھی کہنا ہے کہ "طالبان بھی اگر عوام کی مرضی اور ان کی رضامندی سے چلنے لگیں اور ان کا دل جیتنے لگیں تو اس میں شک نہیں کہ یہ جنگ وہ لوگ جائیں گے۔"

کچھ ایسی جہادی مصلحتیں اور نکات ہیں، جن کی رعایت کرنے سے جہاد اور مجاہدین کو بڑا اور ہمہ پہلو نفع پہنچے گا۔ ان پر غور اور عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

پہلا نکتہ: جہادی مراحل کا ادراک اور فہم

سب سے اہم اصول یہ ہے کہ مجاہدین کو ہر جہادی مرحلے کی ضروریات کو سامنے رکھنا چاہیے۔ مثال کے طور پر امریکا اور نیٹو کے خلاف رواں جہاد کا مرحلہ روسیوں کے خلاف جہاد کی بہ نسبت حالات اور مقامات کے حوالے سے کچھ مختلف ہے۔ جو کچھ ہم نے گذشتہ جہاد میں کیا یا دیکھا تھا، وہ سب کچھ من و عن حالیہ جہاد میں نہ کریں۔ روس کے خلاف جہاد کے دوران ساری دنیا کے ممالک مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ مگر امریکا اور نیٹو کے خلاف رواں جہاد میں دنیا کے تمام ممالک امریکا کے خوف سے مجاہدین کی حمایت یا مدد پر تیار نہیں ہیں۔ اسی طرح عوام بھی استعمار کے ظلم کے خوف سے اعلانیہ جہاد کے لیے باہر نہیں آسکتے۔ جیسا کہ روس کے خلاف کھلے عام باہر نکلے تھے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ ان کے دل مجاہدین کے ساتھ ہیں۔ یہ اتنا بڑا جہاد جو جاری ہے، ایسا کس طرح ہوتا کہ اگر عوام کی مدد نہ ہوتو مجاہدین کے مصارف اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کیسے ہوتا۔ یہ سب چھوڑیے! وہ جب مجاہدین کو اپنے ہاں پناہ دیتے ہیں اور انہیں دشمن کے چھاپوں سے بچاتے ہیں تو یہ سب بھی کچھ کم نہیں۔ مقصد یہ کہ مجاہدین کو اس بات پر زیادہ زور نہیں دینا چاہیے کہ فلاں

علاقے کے عوام کیوں عملی طور پر میدان جہاد میں نہیں نکلتے۔ دن دیہاڑے ہماری ہر طرح کی مدد کے لیے کیوں نہیں نکلتے۔ اگر مجاہدین اس حوالے سے طاقت کا استعمال کریں گے تو عین ممکن ہے، نفع کی بجائے نقصان اٹھائیں۔ اللہ نہ کرے ہم عوام کے حوصلوں اور ان کے جذبہ ہمدردی کو نقصان پہنچائیں۔

دوسرا نکتہ: ان دشمن کے زیرِ دست علاقوں میں احکامات کی تنفیذ میں جلد بازی نہ کریں

جہاں مجاہدین کے اقتدار کا حلقہ اور رقبہ محدود ہو یا ایسے علاقے جہاں رات کے وقت تو مجاہدین طاقت ور ہوں، مگر دن کو دشمن کا تسلط ہو، وہاں امارت اسلامیہ کے فرامین کی نفاذ میں عجلت سے احتراز کریں۔ کیوں کہ ایسے حالات میں دشمن مجاہدین کے لیے مشکلات کھڑی کرے گا۔ عام لوگوں کو ورغلائے گا کہ دیکھو مجاہدین کو ابھی پوری طرح قبضہ بھی نہیں ملا ہے کہ انہوں نے احکامات جاری کرنا شروع کر دیے ہیں۔ اگر ان کا پوری طرح سے قبضہ ہو جائے تب یہ لوگ آپ کے خلاف کیسے احکامات جاری کرنا شروع کر دیں گے۔

تیسرا نکتہ: زبردستی لوگوں سے مالی تعاون مطالبہ

اگر مجاہدین زبردستی لوگوں سے مہمان نوازی کا مطالبہ کریں تو واضح ہے کہ فائدے کے بجائے ناقابل تلافی نقصان کا باعث بنے گا۔ افغان عوام کی ایک عادت ہے کہ وہ مہمان نواز اور دینی مزاج رکھنے والے لوگ ہیں اور مہمان سے خصوصی محبت رکھتے ہیں۔ مگر اس وقت جب انہیں اپنی مرضی سے سب کچھ کرنے دیا جائے۔ اگر اس کے برعکس انہیں زبردستی یہ سب کچھ کرنے کو کہا جائے تو یہ لوگ ہر گز نہیں کریں گے۔ یہ ان کا آخری تعاون اور اخلاص ہو گا۔

> اسلامی حکومت کے قیام کے لیے جہاد کی کامیابی عوام اور مجاہدین کے درمیان اتحاد، دوطرفہ تعاون اور قریبی افہام و تفہیم لازمی ہے۔ ہم جتنی بھی فتوحات کر ڈالیں اور عوام کا تعاون ہمارے ساتھ شامل حال نہ ہو تو ہماری یہ فتوحات عارضی اور محدود وقت کے لیے ہوں گی۔ موجودہ حساس وقت میں جب استعمار نے افغانستان کو ہضم کرنے کے لیے نامعلوم مدت کے لیے افغانستان میں بڑے فوجی اڈوں کے حصول کے لیے اپنے غلاموں سے سیکورٹی معاہدے پر دستخط کروائے ہیں۔ ہمارے خیال میں استعمار کا بڑا مقصد یہی ہے کہ مجاہدین کے ساتھ روبرو لڑنے کی سکت نہیں رکھتا۔ ٹیکنالوجی اور داخلی مزدوروں کو اپنے لیے ڈھال بنا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی بڑی کوشش یہ ہوگی کہ مجاہدین اور عوام کے درمیان (خدانخواستہ) ناراضگی اور غلط فہمیاں پیدا کی جائیں۔ اس لیے مجاہد بھائی جارحیت پسندوں کے اس سازشی اقدام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

مجاہدین زبردستی مخلص مسلمانوں کو خود سے بد ظن اور متنفر نہ کریں۔ اس حوالے سے امارت اسلامیہ کے "جہادی لائحہ" میں پوری صراحت کے ساتھ ہدایات موجود ہیں۔ ان پر مضبوطی سے عمل ہونا چاہیے۔ مجاہدین دشمن پر حملے کے لیے ایسے عوامی مقامات کا چناؤ نہ کریں کہ بعد میں دشمن اسی علاقے کے لوگوں کو نشانہ بنائے اور ان سے اپنا انتقام لے۔ اس سے عوامی نفرت اور ناراضگی میں اضافہ ہو گا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس طرح کی کارروائی مجاہدین ہر گز نہ کریں۔

چوتھا نکتہ: لوگوں کی اصلاح ان کے مروجہ مذہبی طریقہ کار کے مطابق ہو

مجاہدین کی جانب سے جلب وجذب اور اصلاح کی کوششوں کو بارآور کرنے اور مجاہدین کی دعوت کو عام لوگوں کے ذہنوں کے قریب کرنے کے لیے عوام کے روایتی اور دینی مزاج کا لحاظ رکھا جائے۔ اسی طرح اگر ایک باغی کو مجاہدین نے دیکھ لیا تو اس کے خاتمے کے لیے بارسوخ علمائے کرام اور قومی رہنماؤں کے ساتھ مشورہ کیا جائے۔ ان کی مرضی کے مطابق اقدامات کیے جائیں۔ تاکہ لوگ مجاہدین کے اس اقدام سے افسوس کا شکار نہ ہوں اور دشمن کو پروپیگنڈے کا موقع نہ ملے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی سے ارشاد ہے کہ "لَولا أَنَّ قَومَكَ حَدِيثُوا عَهدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَهَدَمتُ الكَعبَةَ وَبَنَيتُهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبرَاهِيم." یعنی اے عائشہ! اگر تمہاری قوم تازہ تازہ مسلمان نہ ہوتی تو میں موجودہ کعبہ مکرمہ کو گرا دیتا اور ابراہیم علیہ السلام کی بنائی ہوئی بنیادوں پر تعمیر کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ایک خواہش تھی، مگر لوگوں کے برے پروپیگنڈے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی کو مصلحت قرار کہتے ہیں۔ ان پیغمبر علیہ السلام کی پاک شریعت کے پاس دار مجاہدین کو اور زیادہ اس طرح کی مصلحتوں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

پانچواں نکتہ: لوگوں کے ساتھ اچھے سلوک کا برتاؤ

یہاں سختی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین لوگوں کی بساط سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالیں۔ یعنی طاقت کے بل بوتے اور اسلحہ کے زور پر اپنی خواہشات پوری کروانے پر مجبور نہ کریں۔ جو لوگ ہماری خواہشات سے سر تابی کریں، انہیں فوراً مخالف اور دشمن کی نظر سے نہ دیکھیں۔ انہیں سزا کا مستحق ہر گز نہ قرار دیں۔ جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے موقع پر "جمرہ عقبہ" کو مارنے کے لیے کنکریاں جمع کرنے کا حکم دیا۔ میں نے 7 کنکر لا کر دیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر ہاتھ مبارک میں الٹ پھیر کر دیکھے اور فرمایا: "خود کو سختی اور دین میں افراط سے بچاؤ۔ جیسا کہ سابقہ امتیں تم سے پہلے سختی اور افراط کے سبب ہلاک ہو گئیں۔" اسی طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں قضائے حاجت کرنے والے ان پڑھ اعرابی کے حق میں صحابہ کرام سے فرمایا: ''دعوه، وأهريقوا على بوله ذنوبا من ماء۔أو سجلا من ماء۔فإنما بعثتم ميسرين، ولم تبعثوا معسرين''

(بخاری: کتاب الوضو)

ترجمہ: انہیں چھوڑ دو! اور ایک ڈول پانی بہا دو۔ ہمیں آسانیوں کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے نہ کہ سختیوں کے ساتھ۔

اس لیے مجاہدین نرمی سے لوگوں کو اپنا ساتھی بنائیں۔ اس بات کا پختہ عزم کریں کہ عام لوگوں کو اپنا معاون بنائیں اور قصداً اپنی مخالفت پر مجبور نہ کریں۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی حالات میں جس مصلحت اور حکمت سے کام لیا ہے، اس راہ پر ہمیں بھی چلنا چاہیے۔ انتقامانہ ذہنیت اور اپنی خواہشات سامنے رکھتے ہوئے کوئی بھی فیصلہ نہ کریں۔ گذشتہ 13 سالوں میں ملک عزیز میں تجربات سے جو ثابت ہوا ہے، وہ یہ کہ لوگوں کو سزا دینے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیا جائے۔ محض شک اور گمان پر کسی کو موت کی وادی میں نہ اتارا جائے۔ اور ایسے بارسوخ لوگ جن کی پشت پر پوری برادری اور قبیلہ کھڑا ہو، ایسے رہنماؤں سے اگر کوئی خلاف ورزی سرزد ہو بھی جائے تو مجاہدین انہیں سزا دینے میں اس بات کا خیال رکھیں کہ کوئی ایسا رد عمل تو ظاہر نہ ہو گا، جو کوئی بڑا مسئلہ بن کر کھڑا ہو جائے گا۔ جسے ختم کرنے کے لیے مجاہدین کو بڑی قربانیاں دینا پڑیں گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ مشہور منافق عبد اللہ بن ابی ابن سلول کے بارے میں اجازت دی جائے کہ اس کی گردن سر سے الگ کر دی جائے۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ''دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ'' {متفق علیہ''

ترجمہ: "چھوڑ دو! ایسا نہ ہو کہ پھر لوگ کہیں کہ محمد اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرتا ہے۔"

اسی طرح حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے دعا مانگی: "اے اللہ! عمر بن ہشام یا عمر بن خطاب میں سے جو آپ کو پسند ہو، مشرف بہ اسلام فرما۔ تاکہ دین اسلام کو قوت اور ترقی حاصل ہو جائے۔ دونوں قوم کے سردار تھے۔ اللہ تعالی نے عمر بن خطاب کو دین کی ہدایت عطا کر دی۔ اللہ تعالی نے اسلام کو انہی سے کئی گنا بڑی عظمت عطا کی تھی۔

خلاصہ:

اسلامی حکومت کے قیام کے لیے جہاد کی کامیابی عوام اور مجاہدین کے درمیان اتحاد، دوطرفہ تعاون اور قریبی افہام و تفہیم لازمی ہے۔ ہم جتنی بھی فتوحات کر ڈالیں اور عوام کا تعاون ہمارے ساتھ شامل حال نہ ہو تو ہماری یہ فتوحات عارضی اور محدود وقت کے لیے ہوں گی۔ موجودہ حساس وقت میں جب استعمار نے افغانستان کو ہضم کرنے کے لیے نامعلوم مدت کے لیے افغانستان میں بڑے فوجی اڈوں کے حصول کے لیے اپنے غلاموں سے سیکورٹی معاہدے پر دستخط کروائے ہیں۔ ہمارے خیال میں استعمار کا بڑا مقصد یہی ہے کہ مجاہدین کے ساتھ روبرو لڑنے کی سکت نہیں رکھتا۔ ٹیکنالوجی اور داخلی مزدوروں کو اپنے لیے ڈھال بنا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی بڑی کوشش یہ ہو گی کہ مجاہدین اور عوام کے درمیان (خدانخواستہ) ناراضگی اور غلط فہمیاں پیدا کی جائیں۔ اس لیے مجاہد بھائی جارحیت پسندوں کے اس سازشی اقدام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اپنے عوام کے لیے بھرپور حوصلے، بردباری اور چشم پوشی سے کام لینا ہو گا۔ معاون عوام کو مزید پیار دیں۔ بلکہ مخالف صف میں بھی کھڑے دھوکہ کھائے ہوئے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ اور قریب کریں۔

17.05.2006 12:01

امریکی اڈے اور تعمیراتی کمپنیاں

محمد نسیم

اللہ تعالیٰ کی حکمت دیکھیے 12 سال کے اس طویل عرصے میں امریکی اور نیٹو فورسز نے اپنی جنگی ٹیکنالوجی، فوجی وسائل اور مختلف قسم کے سامانِ ضرب و حرب سے لدے ہزاروں ٹرک افغانستان بھیجے۔ فضائی راستے سے جتنا سامان حرب یہاں بھیجا گیا، اس کی صحیح مقدار کا کوئی اندازہ نہیں۔ اسی طرح افغانستان کے ہر صوبے میں اپنے ملکی اور غیر ملکی کاسہ لیسوں کی مدد سے ایسے مضبوط مراکز اور کیمپ قائم کیے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ صلیبی جارحیت پسند سیکڑوں ملین ڈالر کی لاگت سے بنائے گئے مراکز کو دوبارہ مٹی کے ڈھیر میں تبدیل کر دے گا۔ وہ کمپنیاں اور ٹھیکیدار جو غیر ملکی جارحیت پسندوں کے کیمپوں کی تعمیر کے ٹھیکے لیتے رہے ہیں۔ ڈالروں کی ریل پیل سے ایسے مدہوش اور لاپرواہوئے تھے کہ اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر موت کو قبول کر لیتے تھے، لیکن ٹھیکہ چھوڑنے کے لیے کسی صورت بھی آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ کیوں کہ مجاہدین ان ملکی و ملّی حمیت و غیرت سے عاری ٹھیکیداروں کو مسلسل تنبیہ کرتے رہے ہیں کہ وہ اس کام سے باز آجائیں۔ اس کے بعد مجاہدین نے کئی ٹھیکداروں کو گرفتار اور بہت سے ہٹ دھرمی کی وجہ سے قتل بھی ہوئے، لیکن اس کے باوجود وہ دو ٹکوں کی خاطر اسلام و ملک دشمنی سے باز نہیں آئے۔ بارہ سال تک ان جارحیت پسندوں کے پاؤں چاٹتے رہے۔ ضرورت کی ہر چیز اُنہیں کیمپوں میں پہنچاتے رہے۔ آج جب اللہ تعالیٰ نے امریکا اور اس کے اتحادیوں کو شکست کے دہانے پر پہنچا دیا ہے اور آئے دن اپنے اڈوں سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں تو اب ٹھیکیدار بھی سخت مشکلات کا شکار اور دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔

"بصیر ہاشمی" نامی شخص ایک تعمیراتی کمپنی "بصیر ہاشمی کنسٹرکشن کمپنی" کا مالک ہے۔ انہوں نے اپنی ویب سائٹ (www.bhcc.af) کے صفحۂ اوّل پر خوست، گردیز اور لوگر میں امریکی کیمپوں کی تعمیر میں اپنی کمپنی کے کردار کو ایک اعزاز کے طور پر پیش کیا ہے۔ انہوں نے "زینت ریڈیو" سے گفتگو کرتے ہوئے اس پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ "امریکی اور اتحادی افواج ان مراکز کو کیوں مسمار کر رہی ہیں، جن پر کئی ملین ڈالر خرچ ہوئے ہیں۔ جنہیں ہم نے طالبان کے مسلسل حملوں کے باوجود اپنی جان پر کھیل کر تعمیر کیا تھا۔" بصیر ہاشمی نے مزید کہا کہ "امریکا کو چاہیے یہ اڈے افغان فوج کے حوالے کر دیں۔"

لیکن بصیر ہاشمی نے آج تک یہ نہیں کہا کہ 'امریکی افواج کس مجبوری کے تحت اپنے مراکز خود ہی تباہ کر رہی ہیں؟ بہت سا سامان یہیں آگ کی نذر کیا جا رہا ہے۔ جب کہ بقیہ جنگی سامان کو قصداً کباڑ مارکیٹ کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔' یہ سب طالبان اور مجاہدین کے مسلسل اور تباہ کن حملوں کا نتیجہ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ اور مجبوری ان جارح قوتوں کو درپیش نہیں ہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ روزانہ ان مراکز پر درجنوں مارٹر گولے فائر کیے جاتے اور کئی دفعہ راکٹ حملوں کا نشانہ بنتے ہیں۔ امریکی فوجی بڑی مشکل سے اپنے بیرکوں سے نکلتی ہے۔

وجہ جو بھی ہو امریکی کیمپوں کا افغانستان کی زمین سے نیست و نابود ہونا افغان عوام کے لیے ایک بڑی خوش خبری ہے۔ ان جارح قوتوں کا یہ جزوی انخلا ہر مجاہد کے دل کی سب سے بڑی آرزو ہے۔ کیوں کہ ان کیمپوں کی موجودگی میں افغان عوام کو ہر لمحہ ان ظالم اور وحشی دشمن کی جارحیت، چھاپوں اور تشدد کا سامنا رہتا تھا۔ رہ گئی یہ بات کہ کیا اب امریکی جارحیت پسند اُن 9 بڑے اڈوں میں محفوظ ہو جائیں گے، جو کابل کی کٹھ پتلی حکومت سے تزویراتی معاہدے کے نام پر ہتھیا لیے گئے ہیں؟ میرے خیال میں وہاں بھی حسب سابق ایک عبرت ناک شکست ان کی منتظر ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان جارحیت پسندوں کے بڑے بڑے اڈوں اور کیمپوں سے افغانستان کی زمین کو نجات بخشی ہے، ان بڑے 9 اڈوں کے لیے بھی مجاہدین اپنی قوت کے مطابق تیاری کیے ہوئے ہیں۔ اگر اللہ نے چاہا تو ان کے یہ کیمپ بھی یکے بعد دیگرے تباہ ہوتے جائیں گے۔ اور یہی کیمپ ان جارحیت پسندوں کا قبرستان ثابت ہوں گے۔ انشاء اللہ

فاتح افغان

حجاب سے دشمنی کیوں؟

حالیہ دنوں دنیا بھر کے ممالک میں اسلامی شعائر خصوصا حجاب پر اعتراضات کیے جارہے اور پابندیاں لگائی جارہی ہیں۔ جس میں سرفہرست سرداران کفار چین، روس اور فرانس جیسے ممالک شامل ہیں۔ افغان صدر اشرف غنی کی نصرانی اہلیہ "رولا غنی" نے بھی حجاب پر تنقید کرتے ہوئے فرانس کی جانب سے لگائی جانے والی پابندی کی حمایت کی۔ اب سوال یہ ہے کہ کفر اور صلیب، شرک اور نفاق، الحاد اور زندقیت سب حجاب کے خلاف کیوں متحد کھڑے ہیں۔ حجاب پر پابندیاں کیوں لگائی جارہی ہیں۔ زور زبردستی سے ہماری پاک دامن خواتین کے دوپٹے کیوں اتارے جارہے ہیں۔ یہ فحاشی اور حرص وہوا کے بندے ہمارے حجاب کی دولت کیوں لوٹنا چاہتے ہیں؟

جواب واضح ہے کہ حجاب اسلامی شعائر میں سے ہے۔ حجاب معاشرے میں فحاشی اور زنا کا راستہ روکتا ہے۔ حجاب خواتین کی کا تحفظ کرتا ہے۔ حجاب خواتین کی عصمت اور عزت کا تحفظ کرتا ہے۔ (وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُواْ مَيْلاً عَظِيماً)النساء 27/4

ترجمہ: "خواہشات کے پیچھے دوڑنے والے چاہتے ہیں کہ تم اپنے دین سے منحرف ہو جاؤ!"

تفسیر جلالین میں (الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ) کی تفسیر یہود، نصاری، مجوسیوں اور زانیوں سے کی ہے۔ عظیم مفسر مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے:

(الزناة يريدون أن يزني أهل الإسلام كما يزنون)

ترجمہ: "زانی لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی زنا شروع کر دیں جیسا کہ وہ خود کرتے ہیں۔" کچھ علماء کا کہنا ہے یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: "وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً النساء":89

ترجمہ: وہ (کفار) لوگ دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہیں کہ تم لوگ ایسے ہی کافر ہو جاؤ جیسا کہ انہوں نے خود کفر کیا ہے۔ تا کہ دونوں برابر ہو جاؤ!

جی ہاں! کفار سے ہمارا ایمان اور ہماری توحید برداشت نہیں ہوتی۔ اللہ کی رضا اور جنت برداشت نہیں ہوتی۔ لہذا یہ لوگ چاہتے ہیں ہمیں بھی شرک کی خباثت اور کفر کی نجاست میں ملوث کر دیں۔ اسلام اور ایمان جیسی بڑی نعمت سے محروم کر دیں۔ ان لوگوں نے دن رات اس بات کے لیے ایک کر دیے ہیں کہ ہمارا حیاء، ہماری عفت اور پاک دامنی کا عظیم فخر ہم سے چھین لیں۔ یہ عظیم سرمایہ ہم سے لوٹ کر لے جائیں۔ الحمدللہ! ہمارا معاشرہ مسلمان ہے۔ صاف اور روشن، حیادار اور باعفت۔ ہمارا معاشرہ حجاب اور پردے کو اپنی اسلامی میراث اور سرمایہ سمجھتا اور اس پر فخر کرتا ہے۔ گندگی میں لتھڑے ان کفار اور منافقین سے ہمارا پاکیزہ معاشرہ اور صاف ستھرہ ماحول برداشت نہیں ہوتا۔ اس لیے ان کی کوشش ہے کہ ہمارے معاشرے کو بے مہار مغربی معاشرے کی طرح گندگی اور منکرات سے بھر دیں۔ ہمیں بے حیائی اور عریانیت کا عادی بنادیں۔ زنا میں مبتلا کر دیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ ہم سے اسلامی روح چھین لیں اور اپنے دین سے پھیر دیں۔

مگر اے مسلمان بہن! یہ بھیڑیے اس دولت سے تمہیں محروم نہ کر دیں۔ یہ درندے خود حیا اور عفت نہیں چاہتے۔ تمہیں بھی بے حیا بنانا چاہتے ہیں۔ خود ننگ دھڑنگ گھومتے پھرتے ہیں۔ تمھیں بھی عریانیت کے جال میں گھیرنا چاہتے ہیں۔ یہ بے شرف لوگ عفت اور پاک دامنی کیا جانیں؟ یہ لوگ اسلام اور فطرت کیا جانیں؟ ان کے منظور نظر تو محض پیٹ بھرنا اور نفس وخواہشات کی تکمیل کرنا ہے۔ احتیاط رہے! ان شیطانوں کی بات اگر مان لی تو دنیاوی ذلت اور اخروی نقصان تمہارے حصے میں آئے گا۔

اسلامی شعائر کی توہین یا مغرب نواز میڈیا کا منصوبہ

محمد شعیب قریشی

وطن عزیز میں قابض افواج کی موجودگی کے چودہ سال کے دوران کئی بار مختلف زاویوں سے اسلام اور اسلامی اقدار کی توہین کی گئی۔ یہ سلسلہ جاری ہے۔ حال ہی میں کابل سے شائع ہونے والے ایک روزنامہ " The Afghanistan Express "میں احمد جاوید احوار نامی ایک شخص کا جو بہ ظاہر ان پڑھ معلوم ہوتا ہے، کا " The Islam of Taliban and ISIS" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا۔ اس مضمون میں اسلام، اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اعتراضات کیے گئے تھے۔ اس طرح غیر مرتب مضمون مغربی میڈیا بھی شائع نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ ایک جانب وہ ایک جاہل شخص کی تحریر ہے، تو دوسری جانب اس میں دوارب سے زائد کے پیروکار رکھنے والے اسلام پر من گھڑت اعتراضات اور بے جا تنقید کی گئی ہے۔ جس کی مثال افغانستان میں نہیں ملتی۔ تحریر ابتداء سے آخر تک ایک توہین آمیز قرطاس ہے، جس میں اسلام اور اسلامی اقدار کو ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے۔ اس میں اسلامی شعائر کی توہین کی گئی ہے۔

اگرچہ اس روزنامے کے ایڈیٹر نے متنازع تحریر کی اشاعت پر معافی مانگی ہے، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طرح متنازع اور غیر معیاری تحریر کثیر الاشاعت روزنامہ کیوں شائع کرتا ہے؟ اس میں نہ تحریر کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے اور نہ ہی ادبی سلیقے کا خیال رکھا گیا ہے۔ بلکہ ایک غیر معیاری و غیر مرتب نقوش ہیں۔ اس طرح کی تحریر کسی بھی روزنامے کے لیے قابل قبول نہیں ہوتی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ اس میں افغان عوام کے عقیدے پر حملہ کیا گیا ہے۔ ان کے عقائد کی توہین کی گئی ہے۔ جس دین کے لیے افغانوں نے لاکھوں کی تعداد میں قربانیاں دی ہیں، اس کی تضحیک کی گئی ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ "طالبان اور داعش کے جھنڈوں میں جو کلمہ درج ہے، اس کا مطلب ہے کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ایک اللہ اور ایک رسول اہم اور دلچسپ بات ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جو شخص اسلام قبول کرتا ہے، وہ یہ بھی اقرار کرے گا کہ ایک اللہ کے علاوہ باقی تمام خدا ناقابلِ قبول ہیں۔ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم خدا نہیں ہیں۔ صرف مسلمانوں کا خدا موجود ہے۔ اس لیے وہ دوسرے مذاہب کے عقائد سے انکار کرتے ہیں۔ یہی انکار بدامنی کا سبب ہے۔ اور دنیا کو تقسیم کیا ہے۔" طنزاً یہ بھی لکھا ہے کہ "کوئی غیر مسلم اسلام قبول کر سکتا ہے، لیکن کوئی مسلمان دوسرا مذہب قبول نہیں کر سکتا۔"

پوری تحریر میں ایسا مواد شامل ہے کہ ایک اسلامی ملک میں جہاں حکومت بھی اسلامی دولت کے نام سے موجود ہو، اس طرح متنازع اور توہین آمیز تحریر کی اشاعت سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور اس کے بعد حکومتی سطح پر کسی قسم کے ردِ عمل کا عدم اظہار اور اقدامات نہ اٹھانا بھی کئی سوالوں کو جنم دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں اور سب کو یہ معلوم ہے کہ یہاں ذرائع ابلاغ کی اکثریت اغیار کی ہے۔ ان کا مقصد بھی مغرب کی تہذیب کو پروان چڑھانا ہے۔ اسلامی و افغانی تہذیب کا راستہ روکنا ہے۔ جس کے خلاف اب تک عوام نے کئی بار احتجاج کیا ہے، لیکن کسی سطح پر کوئی شنوائی نہیں ہوئی ہے۔ عوام کو مایوس کیا گیا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کی پشت پر مغرب کے علاوہ کچھ افغانی حکام بھی کھڑے ہیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ آج کل یہ سلسلہ بھی عام ہوتا جا رہا ہے کہ مغرب اور چند مخصوص حلقوں کی توجہ حاصل کرنے کے لیے اسلام کا تمسخر اڑایا جانے لگا ہے۔ اسلام پر اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں، جس کے بعد نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیمیں اور مغربی قوتیں میدان میں اتر جاتی ہیں۔ کسی جاہل شخص کو شہرت دے کر ایک ہنگامہ برپا کیا جاتا ہے۔

مذکورہ تحریر بھی ایسے ہی شخص کی ہے۔ اگر اس تحریر میں اسلام مخالف مواد شامل نہ ہوتا تو شاید اسی روزنامے میں اس کے لیے جگہ نہ ملتی۔ اور یہ دلیل دے کر اس مضمون کو رد کیا جاتا کہ یہ غیر معیاری ہے۔ جو املا اور اسلوب کے لحاظ سے نہایت کمزور اور ناقابلِ اشاعت ہے۔

لیکن اگر اسلام کے خلاف کوئی جاہل شخص کچھ بھی کہے یا لکھے تو مغرب کے زرخرید ذرائع ابلاغ بڑی خوشی اور سرعت سے اس کی اشاعت کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں۔ بڑے عنوان کے تحت اس کو شائع کرتے ہیں اور پھر مختصر الفاظ میں جھوٹی معافی مانگتے ہیں، جو ہرگز قابل قبول نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس طرح تحریر میں کسی عام آدمی کی تضحیک ہو تو کیا وہ بھی اشاعت کے لیے قابل قبول ہوسکتی ہے؟ لیکن اگر وہ تحریر اللہ تعالی اور اسلام کی توہین پر مشتمل ہو تو بغیر کسی ترمیم کے اشاعت کا اہتمام کیا جاتا ہے، جو ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

انٹرنیٹ پر کافی تلاش کے بعد اس لکھاری سے متعلق کچھ معلومات ملی ہیں۔ جن سے پتا چلا کہ وہ شخص باقاعدہ لکھاری نہیں، بلکہ صرف فیس بک پر کچھ متنازع تبصرے کرتا ہے۔ کوئی بھی اخبار اس کا مضمون شائع نہیں کرے گا۔ "The Afghanistan Express" جیسے اخبارات پر پابندی عائد کی جائے۔ ان کے ایڈیٹروں کو عدالت کے کٹہرے میں حاضر کیا جائے۔ ٹیلی ویژن کے ٹاک شوز میں بھی نام نہاد دانشوروں کو تجزیوں کے لیے بلایا جاتا ہے، جو اسلامی اقدار کی توہین کرتے ہیں۔ اسلامی حدود پر تنقید کرتے ہیں۔ وہ براہ راست اسلامی حدود کا نام لینے کے بجائے یہ کہہ کر توہین کرتے ہیں کہ "یہ طالبانی حدود اور رسمیں ہیں۔" یہ سلسلہ امریکی یلغار سے آج تک شدت سے جاری ہے۔ روزنامہ ایکسپریس نے جو متنازع اور گستاخانہ مضمون شائع کیا ہے، اس کی تلافی کسی صورت میں بھی ممکن نہیں، بلکہ اس کے خلاف عملی اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ کسی کو بھی یہ اجازت نہ دے کہ ایک مخصوص زرخرید لابی پوری ملت کے عقائد کی توہین کی مرتکب ہو۔ ملوث عناصر کو کڑی سزا دینی چاہیے۔ ایسا نہ ہو گزشتہ ادوار کی طرح ایک بار پھر یہ ناپاک جسارت ان منحوس عناصر کی شہرت کا سبب بنے اور آخر میں وہ کسی مغربی ملک کو اپنی اولاد سمیت منتقل ہو جائے۔ بسا اوقات ان واقعات کے عوامل بھی یہی وجہ کار فرما ہوتی ہے۔

بہ ظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار پھر نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیمیں میدان میں نکل کر چیخ وپکار شروع کریں گی۔ جب مسلمانوں کے معصوم بچوں، خواتین اور بوڑھوں پر دینا کے کسی کونے میں ظلم کا بازار گرم کیا جاتا ہے تو یہ نام نہاد تنظیمیں آنکھیں بند کرکے خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی ہیں۔ لیکن اگر کسی مسلم ملک میں کوئی بدبخت اسلام کا تمسخر اڑائے تو انسانی حقوق کی تنظیمیں انسانی ہمدردی کے نام پر میدان عمل میں کود پڑتی ہیں۔ بلکہ یہاں تک کہ اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری جو فلسطین کے مظلوم انسانوں کے قتل عام پر خاموش تھے وہ بھی سرگرم ہو جاتے ہیں۔

❖❖❖

بقیہ از: ایوان صدر میں صلیب اور کلیسا!

پہلی بار ایک گستاخِ مذہب کو افغانستان سے امریکا بلایا گیا، جہاں اس کی بھرپور حوصلہ افزائی کی گئی کہ وہ اللہ تعالی کے انصاف پر کھلے عام تنقید کرے۔ مذکورہ شخص نے فیس بک کے سربراہ زوگ برگ کے انصاف کو اللہ تعالی کے انصاف سے بہتر قرار دیا اور کہا کہ "فیس بک نے عورت کو وہ حق دیا، جو اللہ نے نہیں دیا۔ اور عورت کو مرد کا نصف حصہ دیا۔ نعوذ باللہ! پہلی بار افغانستان کی خاتون اول، ایک عیسائی خاتون بنی ہیں۔ پہلی بار یہ لوگ ایوان صدر میں براہ راست صلیب کی عبادت کے لیے داخل ہوئے ہیں۔

افغانستان میں اب تک باقاعدہ طور پر ایک کلیسا بھی نہیں ہے۔ آخری کلیسا 2010 مارچ کے مہینے میں گرا دیا گیا تھا۔ اُس وقت سے کلیسا صرف امریکی فوجیوں کے عسکری مراکز، پی آر ٹیز اور سفارت خانوں تک محدود تھے۔ جس دن یہ واقعہ پیش آیا، تب سے صلیب کے پیروکاروں اور مشنری تنظیموں کیے لیے افغان سرزمین آگ کا گولہ بن چکی ہے۔ وہ تو یہ سمجھتے تھے کہ امریکی افواج کی موجودگی سے امریکا سمیت ساری دنیا کی مشنری تنظیمیں اس قابل ہو جائیں گی کہ کم از کم کابل کا رنگ بدل سکیں۔ اور کابل کی مسجدوں کو کلیساؤں میں بدل سکیں، لیکن کئی وجوہات کی بنا پر جس میں بڑی وجہ افغانوں کی اسلام سے محبت اور مضبوط عقیدہ ہے، وہ اپنے اہداف میں کامیاب نہ ہوسکے۔ بلکہ سابقہ صورت حال بھی برقرار نہ رہی۔ اور وہ اکلوتا کلیسا بھی منہدم کر دیا گیا، جہاں نصرانی عبادت کرنے جاتے تھے۔ اسی لیے یہ لوگ ایسے بندے کے متلاشی ہوگئے، جو ان کے لیے سب کچھ کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ یہ اہلیت اشرف غنی میں پائی گئی، جن کی اہلیہ نصرانی ہیں۔ اور جو خود نصرانیت سے عقیدے کی حد تک متاثر ہو۔ لہذا افغانوں کی نظر میں انہیں ایک ایسا جادوگر بنا دیا، جو ایک پھونک میں افغانستان کے تمام مسائل حل کر دے گا۔ اسے گُل زار بنا دے گا۔ لیکن اصل ہدف صدارتی محل میں صلیب کا داخلہ، کلیسا کی تعمیر اور صلیب کے حق میں صدارتی محل سے مہم کا آغاز تھا۔ تاکہ وہ افغانوں سے پختہ ایمان اور جہاد کا انتقام لے سکیں۔

❖❖❖

ہم افغانستان صرف لوگوں کو مارنے گئے تھے!

سابق سوویت یونین کے ایک فوجی کی یادداشتوں سے اقتباس

تحریر: سیر گی بویار کین۔ کابل ... ترجمہ: حکمت اللہ، طارق عزیز

مَیں نے اپنی ڈیڑھ سالہ مدتِ ملازمت میں ایسی بہت سی داستانیں سنیں ہیں، جس میں ہمارے فوجی افغان عوام سے انتہائی برا سلوک کرتے اور انہیں اذیت پہنچاتے تھے۔ ان کا مال لوٹتے، انہیں قتل کرتے۔ یہ فوجی قوانین کی رُو سے ایک جرم تھا۔ یہاں تک کہ دسمبر 1979 میں بغاوت کی رات کے ایک پہر کچھ فوجیوں نے غیر مسلح عام لوگوں کو نشانہ بنا کر فائرنگ کی۔ پھر اس واقعے کا ذکر ایک لطیفے کے طور پر کیا جاتا۔ فروری 1980 میں ہونے والے حملے کے دو ماہ بعد کنڑ میں پہلی فوجی کارروائی میں ہمارے 300 فوجیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر بھی حصہ لے رہے تھے۔ یہ فوج پہاڑ کے دامن میں پیدل اتری۔ ہماری فوج کا اکثر حصہ فضائی قوت پر مشتمل تھا۔ مَیں نے تمام فوجیوں کو کارروائی کے اصول بتائے اور انہیں لازمی ہدایات دیں، جو کچھ اس طرح تھیں: غذائی اجناس کا خاتمہ، انسانوں اور حیوانوں کو ختم کرنا اور ہر گھر میں گھسنے سے قبل وہاں گرنیڈ پھینکنا اور ان پر فائرنگ کرنا۔ یہ سب کچھ ممنوع ہے، مگر دو ہفتوں کے بعد جب فوجی آپریشن کا خاتمہ ہوا، بے شمار عام لوگ قتل کر دیے گئے تھے۔ بہت سے گھروں کو جلا دیا گیا تھا۔ ناقابلِ یقین حد تک مویشیوں اور خوراک کے مراکز کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

ہمارے فوجی ابتدائی دو سالوں میں افغانستان کے دور افتادہ علاقوں میں پوری وحشت سے دراندازی کرتے تھے۔ مثال کے طور پر 1980 کے خزاں کے موسم میں صوبہ قندھار کے قریب روسی فوجیوں کا کانوائے چھاؤنی سے باہر نکلا۔ یہ لوگ اپنے سامنے آنے والے تمام انسانوں اور حیوانوں کو مار ڈالتے۔ ان کے خوف سے کوئی بھی سڑک پر گھوم پھر نہیں سکتا تھا۔ سب گھروں میں چھپ جاتے تھے۔ جو سامنے آتا، فائرنگ کر کے اسے قتل کر دیا جاتا۔ یہاں انہی دردناک مظالم میں سے ایک واقعے کا ذکر کریں گے۔ 1981 میں ایک افغان مزارع قندھار میں راستے میں گدھے پر سوار جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی، جس سے وہ گدھے کو ہنکاتا تھا۔ اس دوران ہمارا کانوائے وہاں پہنچ گیا۔ ہمارے فوجیوں نے اس مزارع پر فائرنگ کر کے اسے ہلاک کر دیا۔ یہ دیکھے بغیر کہ وہ کون ہے اور اس کے پاس اسلحہ بھی ہے یا نہیں؟؟؟ کانوائے رک گیا۔ ایک فوجی مزارع کے پاس آیا۔ وہ غریب آدمی خون میں لت پت تڑپ رہا تھا۔ پوچھا کیا کرنا چاہیے؟ "مدد!؟" "نہیں! کیوں کہ یہ ایک افغان مسلمان ہے۔ تو پھر حکم ملا کہ اس کے جسم کے نیچے بم رکھا جائے۔ بم فٹ کرنے کے بعد کانوائے آگے بڑھنے لگا۔ کانوائے کی روانگی کے بعد ہم نے بم پر فائرنگ کر دی، جس سے اس مزارع کا نیم مردہ جسم بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔

جب عام لوگوں کی گاڑیوں یا اونٹوں کے قافلے سامنے آتے تو جس کے پاس بھی جس قسم کا بھی اسلحہ پکڑا جاتا تو فوراً اسے گولی ماردی جاتی۔ پھر قافلے کے تمام افراد کو مار دیا جاتا۔ یہاں تک کہ قافلے میں موجود بچوں اور خواتین کو بھی ہلاک کر دیا جاتا۔ کبھی کبھی ہمارے فوجی تلاشی کے دوران کسی آدمی کی جیب میں کچھ ڈالتے، جس سے بعد میں دوسروں کو مارنے کے لیے بہانہ ہاتھ آجاتا۔ بعد میں طرح طرح کی اذیتیں دے کر اسے اس بات پر مجبور کیا جاتا کہ وہ کسی بات کا اعتراف کر ہی لے۔ اعتراف کے بعد ان سے پیسے چھین لیے جاتے اور انہیں وہیں مار دیا جاتا۔ اس کے بعد جو گرفتار ہو جاتا، ہمیں وقت گزاری کا ذریعہ میسر آجاتا۔ اس کی چیخ اور پکار سن کر ہم وقت گزاری کا سامان کرتے۔ اس کا مذاق اڑاتے۔ اس پر تشدد کرتے اور اس سے تعاون کا مطالبہ کرتے۔ حالانکہ اس کے قافلے کے تمام افراد مارے جا رہے ہوتے۔

کانوائے کے علاوہ گشتی فوجی سڑکوں پر مورچہ بندی کرتے۔ ان لوگوں کو ہم قافلوں کے شکاری کہا کرتے تھے۔ انہیں کچھ بھی معلوم نہ ہوتا کہ کس کے پاس اسلحہ ہے اور کس کے پاس نہیں۔ جس پر ذرا شک ہو جاتا یا کسی مشکوک علاقے میں کوئی نظر آجاتا، چاہے وہ کوئی خاتون ہو یا کوئی بچہ، فوراً اس پر فائر کھول دیتے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ انہیں حملوں میں شریک ہونے والے ایک روسی فوجی کو بے گناہوں کے قتل میں بہت مزا آتا تھا۔ وہ اپنے ان قتلوں پر فخر کا اظہار کیا کرتا۔ میں نے کبھی بھی یہ نہیں سوچا کہ عام لوگوں کا قتل بھی کوئی کارنامہ ہے یا اس پر بھی کوئی اعزاز ملے گا!؟؟ مگر یہاں قتل عام پر مڈل ملا کرتے تھے اور خود افغان حکام تالیاں بجا کر خوشی کا اظہار کرتے کہ ہم نے ان کے کتنے عام ہم وطنوں کو مارا ہے۔ مگر میں نے کبھی مڈل جیتنے یا دیگر اعزازات حاصل کرنے کے لیے لڑائی کی خواہش نہیں کی۔

اکرم تاشفین

شوراب حملہ : امریکی ارادوں کی ناکامی

ڈینیئل پی بولگر امریکی افواج کا ایک ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل ہے۔ اس نے ملٹی نیشنل ادارے "کمبائنڈ ٹرانزیشن کمانڈ" کے سربراہ کی حیثیت سے افغان نیشنل آرمی کو تربیت اور اسلحہ فراہم کیا۔ اس طرح افغانستان میں کشت وخون کی نئی فصل کاشت کر کے یہ جرنیل اپنی رسوا کن شکست سے محض ایک سال قبل 2013 میں سبکدوش ہو کر امریکا پدھارا۔ اس نے تاریخ میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے اس لیے آج کل نارتھ کیرولینا سٹیٹ یونیورسٹی میں تاریخ کا مضمون پڑھاتا ہے۔ کتابیں لکھتا ہے ان کی رائلٹیاں لیتا ہے اور اخبارات اور ٹی وی چینلز کو انٹرویوز دیتا رہتا ہے۔ جنرل بولگر اس سے قبل عراق میں فرائض انجام دے چکا ہے۔ عراقی عوام کی مزاحمتی کوششوں کو دبانے کے لیے اس نے وہاں بھی مظالم کے خصوصی منصوبے تشکیل دیے۔ وہاں بھی عراقی آرمی کو تشکیل دینے اور انہیں ہتھیار دینے کا کام اسی جنرل نے کیا۔

حال ہی میں اس کی ایک نئی کتاب چھپی ہے WHY WE LOST۔ اس کتاب میں اس ادھیڑ عمر جنرل نے ان اسباب اور عوامل کا جائزہ لیا ہے جس کی وجہ سے امریکا افغانستان اور عراق میں جنگ ہار چکا ہے۔ بر سبیل تذکرہ ایک بات ذہن میں آئی ہے کہ افغان عوام کی بے انتہا قربانیوں کے بعد آج جب سارے مغربی صلیبی افغانستان سے نکل چکے اور امریکا بھی اپنے ڈیڑھ لاکھ میں سے محض دس ہزار کی فوج افغانستان میں چھوڑ رہا ہے اب بھی بہت سے اپنے مسلمان امریکی شکست کو جیت کا نیا فلسفہ بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ یہ تو بہر حال اللہ کے ہاں ثبت ہو چکا ہے اور تاریخ بھی اس کا فیصلہ دے گی کہ کون کامیاب ہے اور کون ناکام۔

جنرل بولگر نے افغان اور عراق جنگ سے کیا سبق لیا اور اس کے کیا خیالات ہیں ذیل میں ہم اس کا مختصر سا جائزہ لیں گے اور پھر آئیں گے اپنے وطن کے صورتحال کی جانب۔ جنرل بولگر نے اپنی کتاب کا آغاز اپنے اعتراف شکست سے کیا ہے اس کے الفاظ ہیں: "میں ایک امریکی جنرل ہوں اور میں جنگ ہار چکا ہوں"۔ انہوں نے واضح انداز میں اس بات کا اعتراف کرنے کے بعد کہا ہے کہ جن اسباب کی بنیاد پر انہیں افغانستان اور عراق میں شکست ہوئی ان میں سے پہلا یہ ہے کہ ویت نام جنگ کے بعد امریکی فوج کو جو تربیت دی گئی تھی وہ ایک فوری رسپانس اور تیز حرکت والی فوج کی بنیاد پر دی گئی تھی جبکہ عراق اور افغانستان کے گوریلا حملے طویل دورانیے اور اعصابی جنگ کے تھے۔ دوسری وجہ دونوں ممالک میں فوری کامیابی اور پیش منظر سے دشمن کے غائب ہو جانے کے باعث امریکی فوج میں حد سے زیادہ خود اعتمادی اور غرور پیدا ہو گیا تھا کہ وہ دشمن کا بہت آسانی سے مقابلہ کر سکیں گے۔ تیسری وجہ یہ کہ افغانستان اور عراق میں مزید سے مزید فوجی بھجوائے گئے، فوجی کی کثرت سے دونوں جانب نقصان بہت ہوا مگر یہ اس کا حل ثابت نہ ہو سکا۔ چوتھی وجہ یہ کہ افغانستان اور عراق کی ثقافت، تہذیب، کلچر اور عوامی نفسیات سے آگاہی کے بغیر محض طاقت کے بل بوتے پر ان دونوں ممالک پر حملہ کیا گیا جو انتہائی احمقانہ اقدام تھا۔

جنرل بولگر کے خیالات بہت عجیب ہیں۔ جنرل ڈیوڈ پیٹریاس کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ وہ سخت مزاج اور بغاوت کو قوت سے کچلنے کا مزاج رکھتا تھا اور خود کو بادشاہ کہلوانا پسند کرتا تھا۔ جنرل ڈیوڈ پیٹریاس نے جب 2007 میں عراق میں مزید امریکی فوج طلب کی تو مزید فوج بھیجنے سے وقتی طور پر مزاحمت کم تو ہوئی مگر یہ اس کا حتمی علاج نہ تھا کیوں کہ دشمن ختم نہیں صرف پسپا ہوا تھا۔ جنرل بولگر نے امریکی انٹیلی جنس اداروں پر بھی تنقید کی اور کہا کہ ہم نے تباہ کن ہتھیاروں سے افغان اور عراقی عوام کو مارا، ہمارے انٹیلی جنس ادارے اب تک اپنے اصل دشمن کو نشان زد نہ کر سکے اور ہم مختلف گروپوں کا تعاقب کرتے دوڑتے پھرتے رہے۔

ان اسباب کے علاوہ جنرل بولگر کا کہنا ہے کہ افغانستان اور عراق پر حملے کے وقت امریکی عوام کی رائے نہیں لی گئی۔ یعنی امریکی عوام کی مرضی کے برخلاف یہ سب کچھ ہوا۔ ان کا خیال ہے کہ امریکی فوج طویل جنگ لڑنے کی اہلیت نہیں رکھتی جب کہ یہاں ہمیں دونوں جگہ طویل جنگ لڑنی پڑی۔ جنرل بولگر اس

بات پر خوش نہیں ہیں کہ اس جنگ کے متعلق صلیبی جنگ کا نعرہ لگایا گیا۔ ان کا کہنا ہے کہ اس طرح دہشت گردی کے خلاف جنگ ایک تہذیبی جنگ بن گئی جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں کی ہمدردی ہمارے دشمنوں کو حاصل ہونے لگی۔ جنرل بولگر نے کہا بنیادی طور پر یہ سوال اٹھایا جانا چاہیے تھا کہ: "کیا یہ بات درست ہے کہ ہزارہا نوجوان امریکی لڑکے لڑکیوں کو بیرون ممالک بھجواؤ تاکہ وہاں وہ گھر گھر تلاشی لے کر دیکھ سکیں، کون جنگجو ہے اور کون دیہاتی؟"

عراق کے متعلق اپنی یادداشتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ میں نے جب وہاں کے حالات کا جائزہ لیا تو صورتحال بہت مختلف تھی۔ ہماری فوج کے پاس کوئی پالیسی نہیں تھی۔ مثلاً ہمیں طارق نامی کسی شخص کی تلاش تھی تو اس نام کے افراد ایک شہر میں سینکڑوں موجود ہیں۔ یہاں آکر مجھے احساس ہوا کہ دنیا کی سب سے طاقتور سپر پاور فوج تو عراقی پولیس بن چکی ہے جس کا کام محض گھروں کی تلاشی کرنا اور لوگوں کو گرفتار کرنا ہے۔ تب میں نے جانا کہ یہ وہ جنگ تو نہیں جسے لڑنے کے لیے ہم امریکا سے یہاں آئے تھے۔

جنرل بولگر کا خیال ہے کہ عراق پر قبضے کے بعد وہاں صدام حسین کی بعث پارٹی کے دیگر ارکان اور حکومتی ارکان کو مار بھگا کر وہاں کا سارا انفراسٹرکچر تباہ کرنے کی بجائے زیادہ سے زیادہ سابق لوگوں کو اپنے ساتھ ملانا چاہیے تھا تاکہ صدام مخالف بننے والی حکومت بہتر نتائج دے کر عوام کو بغاوت کی بجائے اطاعت پر لے آتی مگر افسوس ایسا نہ ہو سکا۔ ان کا مزید کہنا ہے کہ ہم نے بند کیمرہ اجلاسوں میں کھل کر سیاستدانوں پر تنقید کی مگر سیاستدانوں کے فیصلے فوج کو ماننے پڑتے ہیں۔ بولگر کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکا میں ان جنگوں نے کتنی تباہی مچائی ہوئی ہے اور وہاں عسکری اور سیاسی قیادت کس قدر اختلاف پیدا ہو گئے ہیں۔

پرائیوٹ ملٹری کنٹریکٹر کمپنیوں کے حوالے سے انہوں نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ آخر امریکا نے پرائیوٹ اداروں کو لڑائی کے ٹھیکے کیوں دے رکھے ہیں؟ کیا امریکا یہ جنگ لڑنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ (قارئین کرام اب آپ ہی اندازہ لگائیں امریکی فوجیوں نے مسلمان عوام پر جو مظالم ڈھائے اور عوام کو جتنا نقصان پہنچایا اس کی بڑی وجہ کیا یہ پرائیوٹ ادارے نہیں ہیں جن کا کاروبار وابستہ ہی جنگ کی طوالت اور مزید پھیلاؤ سے ہے۔ اب شاید یہ بات طشت ازبام ہو چکی ہے کہ امریکا اس دنیا میں جنگ، اسلحے، بارود اور آگ کی تباہی پھیلانے والا سب سے بڑا دہشت گرد ملک ہے۔)

جنرل بولگر نے بہت صاف الفاظ میں کہا ہے کہ کسی ملک کے خلاف لڑنے اور کسی ملک کے اندر بغاوت کو فرو کرنے میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب آپ اپنے دشمن کو شکل اور لباس وہاں کے عوام سے ممتاز نہ کر سکتے ہوں۔ جنرل موصوف نے کہا عراق یا افغانستان میں بغاوت کو ختم کرنا باہر کے کسی ملک روس یا امریکا وغیرہ کا کام نہیں بلکہ یہاں کے لوگ ہی اس کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔ شاید ان کے اسی خیال کو تسلیم کرتے ہوئے امریکا نے عراق اور افغانستان میں مقامی فوج تشکیل دینے کا کام انہیں کے حوالے کیا۔ مگر ان فوجوں کی شکست اس وقت واضح ہو کر سامنے آگئی جب داعش کے 20 سے پچیس ہزار جنگجوؤں نے عراق کی 8 لاکھ مسلح افواج کو کئی شہروں سے پسپا کر دیا۔ دوسری طرف افغانستان کے تقریباً 60 ہزار مجاہدین نے 2 لاکھ افغان آرمی کو شکست دے دی۔ جنرل بولگر کا کھلم کھلا اعتراف ہے کہ مضبوط فوجیں جدید ترین اسلحے، چند مارچ پاسٹوں یا رائفل رینج کی چاندماریوں سے نہیں بنتیں۔ اس کے لیے چار پانچ عشروں تک مسلسل محنت کرنی ہو گی۔ اس کے علاوہ فوج میں ایسے مٹھی بھر جنرلز کا ہونا ضروری ہے جو محب وطن بھی ہوں اور تربیت یافتہ بھی۔

قارئین کرام! امریکا 2014 کے بعد افغانستان سے فرار ہونے جا رہا ہے اور حالیہ دسمبر کے مہینے کے بعد امریکی افواج کی صرف 10 ہزار نفری یہاں افغانستان میں رہے گی جس کا مقصد افغان آرمی کو تربیت اور اسلحہ فراہم کرنا ہے۔ یعنی اب امریکی جنگ افغان آرمی لڑے گی اور امریکا محض اپنے مفادات سمیٹتا رہے گا۔ لیکن ایک بڑا سوال یہاں آکر سامنے کھڑا ہو جاتا ہے کہ کیا افغان آرمی وہ سب کچھ کر پائے گی جو اب تک پچاس صلیبی اتحادی نہیں کر سکے۔ اور اگر بقول بولگر صاحب کے ملک کے اندر کی جنگ وہاں کے لوگ ہی لڑ سکتے ہیں تو بولگر صاحب ہی کے بقول اس کے لیے تربیت یافتہ ہونا بھی ضروری ہے۔ انہیں کا قول اوپر آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ چند مارچ پاسٹوں یا چاندماریوں سے فوج نہیں بنتی فوج کے لیے جذبہ حب الوطنی اور اتحاد اشد ضروری ہے۔ افغان آرمی پر کبھی بھی ایک منظم فوج کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا۔ نیشنل آرمی یا افغانستان کی سول قیادت کے پاس اس مسئلے کے حل کے اختیارات ہی نہیں ہیں۔ کیوں کہ مذاکرات جو بھی کرے امریکا اس میں اپنے مفادات کا تحفظ ضرور چاہے گا۔ امریکی مفادات کے تحفظ کے بغیر کابل انتظامیہ کسی صورت افغان مسئلے کا حل تلاش نہیں کرتی اور یہی وہ چیز ہے جو اس مسئلے کو اور بھی الجھا رہا ہے۔ بولگر نے جو کہا کہ بغاوت اور خانہ جنگی کا خاتمہ روس یا امریکا کا کام نہیں بلکہ یہاں کے لوگ

ہی مل بیٹھ کے اس کا حل نکال سکتے ہیں تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہاں کے مقامی فریقین مل بیٹھ کے اپنی سرزمین کے مفادات سامنے رکھ کر حل نکالیں نہ کہ امریکی مفادات کا تحفظ کریں۔ نیشنل آرمی یا کابل انتظامیہ جب تک امریکی مفادات کے حل کے لیے کام کرے گی تب تک یہ مقامی فوج کہلانے کے مستحق ہو گی نہ یہ باقاعدہ منظم فوج کہلا سکے گی کیوں کہ منظم ہونے کے لیے حب الوطنی بھی شرط ہے۔

ادھر نیشنل آرمی کی صورت حال یہ ہے کہ ابھی دسمبر شروع بھی نہ ہوا تھا اور ابھی 2014 ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ مجاہدین کے ایک حملے نے ان کی ساری اصلیت کھول کے رکھ دی۔ دسمبر کا سرد آغاز بھی اس بار گرم ترین حملوں سے کیا جا رہا ہے۔ شوراب اڈے میں دس فدائی مجاہدین کا داخل ہو کر چار دن تک مسلسل لڑتے رہنا اور ان کے اسلحہ ذخائر پر قبضہ کر کے انہیں فوجیوں کا شکار کرنا یہ رواں جنگ کی تاریخ کا سب سے بڑا کارنامہ تھا۔ اب سے قبل جو بھی اس نوعیت کے حملے ہوئے ان میں زیادہ سے زیادہ 5 گھنٹے اور بعض حملوں میں ایک دن تک لڑائی جاری رہتی مگر اب کی بار یہ حملہ چوتھے دن تک پہنچ گیا۔ دنیا بھر کی ذرائع ابلاغ نے اس حملے کو نمایاں کوریج دی۔ الامارہ ویب سائٹ پر لاکھوں بار یہ خبریں پڑھی گئیں۔ محض 10 فدائی مجاہدین کا چار دن کا یہ طویل ترین حملہ اور اس حملے میں سیکنڑوں کی تعداد میں نیشنل آرمی کے اہلکاروں کی ہلاکت یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ دشمن کے مقابلے میں مجاہدین کا پلڑا کتنا بھاری ہے۔

امریکا گذشتہ کئی سالوں سے افغان آرمی کو تربیت دے رہا ہے اس کا نتیجہ ہم سب کے سامنے ہے۔ بلکہ دشمن حکام خود آرمی میں موجود کرپشن اور بدانتظامی کی گواہی دے رہے ہیں۔ شوراب حملے کے رد عمل میں ہلمند صوبائی شوریٰ (اسمبلی) کے سربراہ حاجی کریم اتل نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے شکوہ کیا کہ مذکورہ چھاونی میں موجود فوج محض ایک اتحادی کی طرح (انتہائی غیر ذمہ داری سے) کام کر رہی ہے۔ انہوں نے عسکری ذمہ داران پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ابھی ابھی جا کر ان کے سربراہان کا احتساب کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ سینکڑوں فوجی غائب ہیں اور ان کی تنخواہیں چھاونی کے سربراہان وصول کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت عسکری انتظامیہ کے ذمہ داران کی تعیین پر نظر ثانی اور ان کی چھان بین کرے ورنہ ہم عوام کے ساتھ مل کر آرمی کے خلاف اٹھیں گے۔ انہوں نے تسلیم کیا کے چوتھے روز بھی شوراب بیس پر حملہ جاری ہے۔

مذکورہ اسمبلی کے ایک اور رکن عطاء اللہ افغان نے کہا کہ مذکورہ بیس کے عدم تحفظ پر یہاں کی عسکری انتظامیہ کو عدالت میں طلب کیا جائے اور ان پر مقدمہ چلایا جائے۔ انہوں نے اس بات پر تعجب کا اظہار کیا کہ کس طرح مجاہدین اتنے بڑے کیمپ میں داخل ہوئے اور انہوں نے اس قدر شدید اور طویل جنگ لڑی۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح کے حملوں کا باعث فوج کے آپس میں رابطے اور ہم آہنگی کا فقدان اور انٹیلی جنس اداروں کی نا اہلی ہے۔ انہوں نے حملے کے متعلق تفصیلات نہ دینے پر تنقید کی اور کہا کہ صحافیوں کو حقائق سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے تا کہ وہ عوام کو حقائق سے باخبر کرتے رہیں۔

حملے کے دوران سول اداروں کی عسکری انتظامیہ پر اس بے لاگ تنقید کے بعد پژواک خبری چینل نے ہلمند کے صحافیوں کی ایک تنظیم کے حوالے سے خبر میں بتایا کہ صحافیوں کے رہنما سردار محمد سروری نے کہا ہے کہ میوند چھاونی نے اس سے قبل بھی کبھی کسی حملے کے حوالے سے ہمیں حقائق سے آگاہ نہیں کیا۔ اب کے بار بھی ہم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ ہمیں شوراب لے جا کر جائے وقوعہ کا دورہ کرایا جائے گا تا کہ ہم خود معلومات لے کر دنیا کو بتا سکیں مگر اس حوالے سے بھی مسلسل ٹال مٹول سے کام لیا جا رہا ہے۔ ہم نے تمام اہم عسکری کمانڈرز اور ذمہ داران سے رابطہ کی کوشش کی مگر سب نے اپنے فون بند کیے ہوئے ہیں۔

قارئین کرام! اس ایک خبر میں آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ افغان سول انتظامیہ اور فوج کی اندرونی بدانتظامی کی کیا صورتحال ہے۔ اور یہ صورتحال صرف ہلمند یا شوراب تک محدود نہیں بلکہ پورے افغانستان میں یہی حالت ہے۔ پوری فوج میں کرپشن، اقربا پروری، فوجی کمانڈروں کے ذاتی مفادات پر توجہ اور ضابطوں کی پاسداری نہ کرنے کی وبا عام ہے۔ حب الوطنی ان میں نام کو بھی نہیں۔ شوراب حملہ جہاں انتہائی طویل، ہلاکت خیز اور خطرناک تھا وہاں اس نے آئندہ کے حوالے سے افغانستان میں امریکا کے تمام خواب بھی چکنا چور کر دیے۔ افغان آرمی کو منظم کر کے طالبان سے لڑانے کا جو کام امریکا اور اس کے 50 اتحادی گذشتہ کئی سالوں میں نہ کر سکے اور افغان آرمی آج بھی وحشی جنگجوؤں کے ایک لشکر سے زیادہ کچھ نہیں، وہ کام آئندہ چند سالوں میں امریکا اکیلے کیسے کر پائے گا۔ اور وہ بھی محض دس ہزار محصور فوجیوں سے۔

★★★

صلیبی جنگ کا پہلا اتحادی بھی فرار

تحریر: موسیٰ مہاجر

برطانوی انگریز افغانستان میں تین بار پہلے بھی شکست کھا چکا ہے۔

پہلی بار 1842ء میں برطانوی فوجی کابل اور جلال آباد کے درمیان گھیر لیے گئے۔ افغان غازیوں نے انہیں شدید حملوں کی زد پر رکھا۔ ہزاروں فوجیوں کو ہلاک کر دیا۔ صرف ڈاکٹر برائنڈز زخمی حالت میں اپنے ہزاروں ہلاک ہونے والے فوجیوں کو پیچھے چھوڑ کر جلال آباد کے راستے ہندوستان پہنچا۔ اس شکست نے انگریزوں کو دکھا دیا کہ افغانستان کو اپنی جارحیت یا حاکمیت میں رکھنا کوئی آسان کام نہیں۔

دوسری مرتبہ 1880ء میں میوند میں شدید شکست کھائی اور ان کے ہزاروں ہلاک شدہ فوجی قتل گاہ میں بے یار و مددگار رہ گئے۔

تیسری مرتبہ یہ جنگ کئی محاذوں پر لڑی گئی، جس کے آخر میں 1919 میں انگریز شکست کھا گئے اور افغانستان کی خود مختاری تسلیم کر کے چلے گئے۔ اس دور میں لڑی جانے والی افغانوں کی جنگ نے دنیا کی دیگر اقوام کو بھی انگریز استعمار کے خلاف لڑنے کا حوصلہ دیا۔ دیگر اقوام بھی افغانوں کے نقش قدم پر چلنے لگے۔ مگر وقت گذرنے کے ساتھ یہ لوگ سب کچھ بھول گئے اور اپنے وسائل کے بھروسے ایک بار پھر یہ جرأت کر ڈالی کہ غیرت اور جرأت کی سرزمین پر جارحیت کریں۔ بس فرق یہ تھا کہ اس وقت جنگ متحدہ برطانیہ خود آگے بڑھا رہا تھا، جب کہ اس بار امریکا کے شانہ بشانہ ہو کر یہاں آیا۔ شروع کے سالوں میں برطانیہ اور دیگر اتحادیوں کا غرور آسمان کو چھونے لگا تھا۔ انہوں نے کبھی ایسے دن کا تصور بھی نہیں کیا تھا کہ ان کے تمام فوجی شکست کھا جائیں گے۔ شکستہ حوصلوں کے ساتھ اپنے ملک کو لوٹیں گے۔ اس مغرور دشمن نے، جسے کبھی ہار کے لفظ سے نفرت تھی، سوچا بھی نہ تھا کہ اکیسویں صدی میں ایک بار پھر افغانستان خصوصاً ہلمند کے دشت و دمن ان کی لاشوں سے بھر جائیں گے۔

برطانوی فوجی 2006 میں ہلمند پہنچے۔ یہاں "بیس شین" کے نام سے بڑا فوجی اڈہ قائم کیا اور مرکزی اڈے کے طور پر اس کا استعمال کیا جانے لگا۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی افغان عوام کے ساتھ ان کی لڑائی کا آغاز ہو گیا۔ افغانوں نے ایسے حملے کیے، جنہوں نے برطانوی فوجیوں کو بدحواس کر دیا۔ ان کی مدد کے لیے امریکی فوجیوں کو وہاں جانا پڑا۔ مگر امریکی نہ صرف ان کے دفاع میں ناکام رہے، بلکہ صلیبی جنگ کے صف اول کے دونوں اتحادیوں کے لیے ہلمند موت کا کنواں ثابت ہوا۔ انہیں پہاڑوں، غاروں اور صحراؤں میں کہیں بھی جائے امان نہ ملی۔ ہر جگہ مجاہد عوام کی مزاحمت ان کے تعاقب میں رہی۔ یہ سرزمین ان کی سوچ کے برخلاف ایک بار پھر انگریزوں کے لیے جہنم ثابت ہوئی۔ افغانستان میں انگریزوں کے نقصانات اور شکست نے انگریز حکام کو بھی اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے اور شکست تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا۔ سابق برطانوی وزیر دفاع ولیم فوکس نے کہا: "ان کے پالیسی ساز تاریخ سے بے خبر ہیں۔ کیوں کہ اگر انہوں نے تاریخ پڑھی ہوتی تو کبھی بھی افغانستان پر جارحیت نہ کرتے۔" انہوں نے افغانستان کے حوالے سے مغرب کی پالیسی کو احمقانہ قرار دیا ہے۔

موجودہ برطانوی وزیر دفاع مائیکل فیلون نے افغانستان میں برطانیہ کی شکست کے حوالے سے کہا: "افغانستان سے برطانوی فوجیوں کے انخلا کے بعد کبھی بھی کسی طرح کے حالات میں بھی اپنے فوجی افغانستان نہیں بھیجیں گے۔" ہلمند میں برطانوی فوجیوں کے کمانڈر ایڈ بٹلر نے اپنی شکست کے حوالے سے کہا تھا: "ان کے فوجی جنگ کو تیار نہ تھے۔ نہ ان کے سامنے کوئی واضح پالیسی تھی، جسے وہ لے کر آگے چلتے۔" 2006 سے 2009 تک برطانوی فوج کے سربراہ لارڈ ڈینٹ نے اپنی شکست کا اعتراف ان الفاظ میں کیا: "ان کے فوجیوں کا حوصلہ بہت بلند نہ تھا۔ نہ انہیں میدان جنگ میں اترتے ہوئے کوئی اچھی امید نظر آتی۔" انہوں نے اپنے وسائل کو کم قرار دیا اور شکست کا ایک بڑا سبب وسائل کی کمی کو بھی قرار دیا۔

اس جنگ سے انگریز فوجی کمانڈروں کی پشیمانی ایسے حالات میں سامنے آئی ہے کہ میدان جنگ سے انگریز فوجی 26 اکتوبر کو افغانستان میں اپنا آخری اڈہ کیمپ "بیس شین" چھوڑ کر چلے گئے۔ وہ اس کیمپ سے متعلق بہت تلخ یادیں اور اس ملک میں چوتھی بار شکست کا داغ لیے اپنے ملک لوٹ گئے۔ ایسی شکست جس نے ہمیشہ کے لیے انگریزوں کے ذہن سے افغانستان پر جارحیت کا تصور محو کر دیا۔ اور صلیبی جنگ کے دوسرے اتحادیوں کی طرح اس کا فرنٹ لائن اتحادی بھی افغانستان سے فرار ہو گیا۔

مغرورانہ جارحیت اور عبرتناک شکست

حبیب مجاہد

افغانستان پر امریکی جارحیت تاریخ کی ایک ایسی جنگ ہے، جس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ دنیا کا سب سے بڑا جنگی اتحاد اپنی تمام تر حشر سامانیوں اور غرور کے ساتھ ایک مظلوم ترین، نہتی اور زخم خوردہ قوم پر حملہ آور ہوا۔ کفر کا وہ جنگی اتحاد، جس نے افغانستان پر حملہ کیا، اس میں 44 ممالک عسکری طور پر شامل تھے۔ جب کہ دنیا کے دیگر 54 ممالک اس کے اسٹریٹجک اور انٹیلی جنس تعاون میں شامل تھے۔ اتنا بڑا جنگی اتحاد گذشتہ دو عالمی جنگوں میں بھی نہیں بنا تھا۔ اس جنگ کو لوگوں نے پہلے تو ہاتھی اور مچھر کی لڑائی قرار دیا تھا۔ جس کے ایک طرف عالمگیر جنگی اتحاد تھا تو دوسری جانب محدود، کمزور اور غیر مسلح مگر عقیدے و نظریے سے لیس مجاہدین تھے۔

امریکا نے اپنے فوجی غرور اور ظاہر بینی کی وجہ سے اپنی جنگ کو دائمی آزادی کا نام دیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ جنگ وہ لوگ جیت چکے ہیں اور مجاہدین کبھی بھی ان کی جنگی قوت کے سامنے رکاوٹ بن کر کھڑے نہیں ہو سکیں گے۔ مگر اللہ تعالی نے سب کچھ برعکس ثابت کر دیا۔ اللہ تعالی نے افغانستان کے میدان جنگ میں ایک بار پھر بے خبر انسانوں کو یہ دکھا دیا کہ جنگ جیتنے کا معیار صرف ظاہری وسائل اور اسباب نہیں، بلکہ قوی ایمان اور الٰہی نصرت پر اعتماد ہی کمزور انسانوں کو اپنی منزل تک پہنچاتا ہے۔ اللہ تعالی ہر زمانے میں کمزور مومنوں کے ہاتھوں طاقت ور فرعونوں کو گرا کر دکھاتا ہے۔ افغانستان میں بھی یہی ہوا۔ وہ امریکی، برطانوی، فرانسیسی، اطالوی، کینیڈین، ہسپانوی، ہالینڈی اور دیگر کفریہ ممالک کے جارحیت پسند غرور کی مستی میں یہاں آئے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اس ملک کو ہمیشہ کے لیے اپنی کالونی بنا دیں۔ مجاہدین کے کاری حملے شروع ہوتے ہی آہستہ آہستہ بھاگنے کے راستے ڈھونڈنے لگے۔ آسٹریلیا، ہالینڈ، پولینڈ، ڈنمارک، اٹلی، ہسپانیہ، کینیڈا، فرانس، چیک، ناروے، سویڈن، نیوزی لینڈ اور ایک لاکھ سے زیادہ امریکی فوجیوں کے فرار ہونے بعد گزشتہ ماہ برطانوی جارحیت پسندوں نے بھی افغانستان میں قائم کردہ اپنے مرکز سے باقاعدہ اپنا پرچم اتارا اور اس کے ساتھ ہی وہ یہاں سے بھاگ نکلے۔

برطانیہ وہ ملک ہے، جو امریکا کے بعد افغانستان کی جنگ میں سب سے زیادہ دلچسپی رکھتا تھا۔ مگر 26 اکتوبر 2014 کو انہوں نے ہلمند شوراب میں اپنے مرکزی کیمپ سے ایک تقریب میں اپنا پرچم اتار کر باقاعدہ طور پر اپنی شکست تسلیم کرلی۔ برطانوی فوجیوں کے انخلا کے ایک ہفتے بعد برطانوی وزیر دفاع "مائیکل فیلون" نے اعلان کیا کہ انہوں نے افغانستان سے اپنی فوج اور تمام جنگی اور جاسوس طیارے بھی نکال دیے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں برطانیہ کے کئی جاسوس طیارے گذشتہ تیرہ سالوں تک ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ اسی طرح بلیک نیڈو طیاروں سمیت کئی بمبار جنگی طیارے بھی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ مگر اکتوبر کے اوائل میں یہ تمام طیارے افغانستان سے نکال دیے گئے ہیں اور اب اس ملک میں برطانیہ کی کوئی جنگی قوت نہیں ہے۔

یہ کہنا بہتر ہوگا کہ اب امریکا کے علاوہ اکثر ممالک نے اپنی تمام تر فوجی قوت افغانستان سے نکال لی ہے۔ جہادی آپریشنوں کے نتیجے میں مزار شریف کے علاوہ شمالی صوبوں، ننگرہار سمیت مشرقی اور شمال مشرقی علاقے جارحیت پسندوں کے وجود سے پاک ہوگئے ہیں۔ جارحیت پسند اب صرف دارالحکومت سمیت بہت کم علاقوں میں موجود ہیں۔ وہاں سے بھی فرار ہونے کی تیاریوں میں ہیں۔ جارحیت پسندوں کے وہ پختہ اڈے اور کیمپ، جہاں سے دشمن کے فرار اور ان اڈوں کی تباہی کا کسی نے تصور بھی نہ کیا تھا، حال ہی میں ایسی تصاویر شائع ہوئی ہیں کہ جارحیت پسند خود اپنے ہاتھوں سے انہیں توڑ رہے ہیں۔ یہ دشمن کے گذشتہ چند سال قبل کے تکبر و غرور کو دیکھتے ہوئے ایک انتہائی عبرت انگیز واقعہ ہے۔ جو اللہ تعالی کے اس وعدے کو ایک بار پھر سچا ثابت کر رہا ہے جو مدینہ منورہ کے یہودیوں کے متعلق فرمایا تھا:

"هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ"

ترجمہ: اللہ تعالی وہ ذات ہے، جس نے اہل کتاب کے کافر ہونے والے گروہ کو پہلے حشر کے وقت اپنے گھروں سے نکالا۔ تم خیال نہیں کرتے تھے

کہ یہ لوگ نکل جائیں گے۔ اور ان لوگوں (یہود) نے گمان کیا کہ یہ قلعے اِنہیں اللہ تعالی کے عذاب سے بچادیں گے۔ پس ان پر اللہ تعالی کا کا عذاب ایسی جگہ سے آپڑا جس کا انہوں نے گمان بھی نہ کیا تھا۔ اور ان کے دلوں میں رعب ڈالا گیا۔ ان لوگوں نے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اجاڑا اور اسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں اجڑے۔ اس سے عبرت پکڑو اے بصیرت والے لوگو۔ سورہ ُحشر آیت2

بے شک افغانستان کے چند مومن مجاہدین کے ہاتھوں مغربی اتحاد کی شکست اور پھر جارحیت پسندوں کے ہاتھوں خود اپنے اڈوں کو گرانا اور گھبراہٹ میں فرار ہو جانا ایک بعید از تصور حقیقت اور الٰہی نصرت کا واضح مصداق تھا۔

صوبہ ہلمند کے نائب گورنر ملا محمد داؤد مزمل نے "الامارہ ویب سائٹ" سے اپنی گفتگو میں کہا: "گذشتہ چند ماہ کی کارروائیوں میں ضلع سنگین کے علاقے "ساروان کلا" جو ضلع سنگین کے دو تہائی علاقے پر مشتمل ہے، مکمل طور پر مجاہدین کے قبضے میں ہے۔ اس کے علاوہ موسی کلا میں بھی مجاہدین کی فتوحات زیادہ تھیں۔ اس ضلع کے وسیع علاقے شیخ علی، غوچک اور آسمانیانو بھی فتح اور دشمن کے وجود سے پاک ہوگئے۔ موسی کلا میں بھی دشمن صرف مرکز میں محصور رہ گیا ہے۔ ضلع نوزاد میں باغو کا علاقہ جو نوزاد کا اصل اور اہم ترین علاقہ ہے۔، رواں سال مجاہدین کے ہاتھ آیا۔ اس علاقے میں دشمن کی 9 بڑی چیک پوسٹیں اور اڈے تباہ کر دیے گئے۔ مجاہدین نے علاقے پر کنٹرول حاصل کیا۔ ضلع گریشک میں بھی اس سال دشمن کو شدید مار پڑی۔ اس ضلع کے جن علاقوں میں دشمن کا وجود تھا، وہ سمٹ کر رہ گیا اور مرکز کی جانب مجاہدین نے پیش قدمی کی۔ گریشک نہر سراج میں 15، حیدرآباد میں 13 اور درہ آدم خان میں10 چیک پوسٹیں مجاہدین نے فتح کیں۔ عام آبادیوں والے علاقوں میں سے گریشک کا دسواں حصہ، جو مرکز کے قریب گرد و نواح کے علاقے دشمن کے قبضے میں ہیں، باقی سارا علاقہ آزاد ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہلمند کے دیگر علاقوں میں بھی مجاہدین نے قابل ذکر کامیابیاں حاصل کیں۔ مارجہ میں ترخ ناور، سیستانی اور دیگر کچھ علاقے، جنہیں امریکیوں نے مارجہ کے بڑے آپریشن میں قبضے میں لے لیا تھا، واپس مجاہدین کے ہاتھ آگئے ہیں۔ ہلمند اور دیگر علاقوں میں مجاہدین کی فتوحات کا سلسلہ اس حال میں جاری ہے کہ بیرونی جارحیت پسند فرار ہو رہے ہیں۔ آئے روز کسی نئے اڈے اور کیمپ کے خالی ہونے اور ایک نئے پرچم کے اترنے کی خبر ملتی ہے۔ حالانکہ آج سے صرف تیرہ برس پہلے ان دنوں دشمن انتہائی غرور اور مستی میں تھا۔

مگر اللہ تعالی کی راہ کے مومن مجاہدین نے، جنہیں اللہ کی نصرت پر اعتماد تھا، اپنی بے پناہ قربانیوں کے ذریعے عالمی اتحاد کا غرور خاک میں ملا کر رکھ دیا اور سر جھکا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

★★★

بقیہ از: پُر فریب امریکیوں کا مکروہ چہرہ

لیکن اللہ رب العزت کی خصوصی نصرت کی برکت سے حقانی صاحب دشمن کی چالوں اور کاروائیوں سے مکمل طور پر محفوظ رہے۔ اس کے بدلے اللہ نے ان کے بیٹوں اور خاندان کے دوسرے افراد سے جہاد کے میدان میں وہ کام لیا، جو دشمن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ مکار دشمن کا یہی خیال تھا کہ محترم حقانی صاحب کے ایک بہادر بیٹے ڈاکٹر نصیر الدین کی شہادت سے جہادی کاروائیوں پر منفی اثر پڑے گا۔ وہ کچھ عرصے تک آرام کریں گے۔ لیکن وقت نے ثابت کیا کہ شہید نصیر الدین حقانی کی شہادت کی برکت اور حقانی صاحب کے اخلاص اور دعاؤں کے صدقے جہادی میدان کفریہ قوتوں کے لیے پہلے سے زیادہ تباہی اور رسوائی کا پیغام لایا۔

ہم امریکا اور کابل کی کٹھ پتلی حکومت کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ تمہاری ساری تدبیریں اب ناکامی سے دوچار ہیں۔ اب تمہارے سامنے صرف انہی خفیہ اور کمزور سازشوں کی فہرست رکھی ہے کہ جو شخص گوانتاناموکے بدنام زمانہ جیل سے رہائی پانے والے مجاہدین کی ملاقات کے لیے آئے، اسے ہوائی اڈے سے گرفتار کر کے بگرام جیل منتقل کیا جائے۔ ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے اقدامات تمہاری ذلت اور شکست خوردہ حالت کی آخری تصویر ہیں، جو افغانوں اور پوری دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے۔ یہ شیطانی چال اور حربے کسی طرح بھی تمہاری قوت اور بہادری پر دلالت نہیں کر رہے، بلکہ اب ہر شخص اچھی طرح جان چکا ہے کہ امریکا امارت اسلامی کے مجاہدین سے چاہے وہ کتنا ہی ادنی مجاہد کیوں نہ ہو، کس درجے خوف میں مبتلا ہے؟!!! لیکن امریکا کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ حالیہ گرفتاریاں ان کے مفاد میں نہیں، بلکہ یہ ان کے لیے منفی نتائج کا باعث ہوں گی اور آئندہ امارت اسلامی کے لیے امریکا کا کوئی معاہدہ قابل اعتبار نہیں ہو گا!!!

کابل حکومت کی اسلام دشمنی

خلیل عزیز

جب امریکا نے 2001 میں کرزئی کو مسند اقتدار پر بٹھایا تو مغربی میڈیا ، CIA اور پینٹاگان کی ہدایات پر کرزئی کی بے جا تعریفوں کے پل باندھنے لگے ۔ یہاں تک کہ ان کے لباس، قراقولی ٹوپی اور شیروانی کی بھی تعریفیں ہونے لگیں۔ جب وہ کسی مغربی ملک یا امریکا کے دورے پر ہوتے تو ملک کے کسی مشہور اور سٹائلش ڈریس ڈیزائنر سے ان کا سامنا کرواتے، تاکہ وہ اس کے لباس کی تعریف کرے اور جناب کرزئی مصنوعی تعریف سن کر گویا ہوتے کہ "یہ تو ان کا قومی لباس ہے۔ اسی لیے اسے پہننے کو ترجیح دیتے ہیں۔" یعنی کرزئی صاحب نے اپنے آقاؤں کی مدد سے دنیا اور افغانوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے کہ اگرچہ لوگ مجھے مکمل طور پر امریکی غلام اور نوکر سمجھتے ہیں اور میرے ہر اقدام کو امریکی ارادوں کے تابع سمجھتے ہیں، لیکن میں پھر بھی افغانی لباس زیب تن کرتا ہوں۔ شاید افغان عوام کچھ دھوکہ کھا جائیں کہ دیکھیں صدر کرزئی اتنے خود مختار اور افغان ثقافت کے علم بردار ہیں کہ وہائٹ ہاؤس میں بھی افغانی لباس پہنے ہوئے ہیں اور مغربی اسٹائل نہیں اپنایا۔

لیکن اصل حقیقت تو اظہر من الشمس ہے کہ کرزئی نے کیسے اس لباس میں تیرہ سالہ امریکی وحشت کو دوام بخشا۔ کتنی مکارانہ چال سے دو لاکھ افغانوں کے قتل عام اور ایک ملین کی دربدری پر پردہ ڈالا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب اسی مغربی میڈیا اور سیاست دانوں نے کرزئی کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اسے ناکام اور کرپٹ حکمران کہا۔ گزشتہ تیرہ سالوں میں امریکا اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان میں جتنے جرائم کا ارتکاب کیا تھا یا جنگ کے میدان میں انہیں شکست کھانا پڑی تھی، ان سب کا ذمہ دار کرزئی اور ان کی پوری ٹیم کو قرار دیا گیا۔ لیکن یہ اس وقت ہوا، جب امریکا نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اب کرزئی کے بدلے ایک اَور غلام کو یہ کام سونپ دیا جائے گا اور افغان عوام پر ایک نیا نوکر مسلط کیا جائے گا۔

امریکا نے کرزئی کی جگہ اشرف غنی سمیت وہ چہرے متعارف کروائے ہیں، جن کے نام بھی افغان عوام سننا گوارا نہیں کرتے۔ لیکن امریکا کو علم تھا کہ اشرف غنی کو سب سے زیادہ امریکی مفادات عزیز ہیں۔ جب کہ شمالی اتحاد کے قاتل تو پہلے ہی امریکی امتحان پاس کر چکے ہیں۔ جنہیں چند عہدوں اور ڈالروں کے عوض اگر ایک دن میں ہزاروں افغانوں کا خون بہانا پڑے یا ان کے اقدامات سے افغانستان کو دس ٹکڑوں میں تقسیم ہونا پڑے تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ اب امریکی اور مغربی میڈیا اشرف غنی کو چند دنوں میں ہی ماؤنٹ ایورسٹ کی چوٹی سر کرنے کی ہدایات دے رہا ہے، تاکہ وہ انہیں عوامی مفادات کے علَم بردار کے طور پیش کر سکیں۔ کابل پارلیمنٹ کے ارکان اور دوسرے سرکاری عہدے داروں کی گاڑیوں کے کالے شیشوں پر پابندی، اشرف غنی کا رات کی تاریکی میں ہسپتال کا دورہ اور چند غیر حاضر ڈاکٹروں اور نرسز کی معطلی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

لیکن اب افغان عوام اچھی طرح جان گئے ہیں کہ اشرف غنی کے ان مصنوعی اور نمائشی اقدامات کا مقصد اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جس نے اپنے حلف کے محض دوسرے دن اسٹریٹیجک معاہدے کے نام پر افغانستان کی سرزمین امریکا کو اونے پونے داموں بیچ ڈالی۔

افغان عوام نے اشرف غنی کے سیکورٹی مشیر حنیف اتمر کا پہلا انٹرویو بھی سنا ہے۔ جس میں انہوں نے دینی مدارس کی بندش کو پہلی ترجیح قرار دیا۔ اسی طرح ان دین دار افغانوں کو پہلی مرتبہ پتہ چلا کہ صدارتی محل میں ایک چرچ کا باقاعدہ افتتاح کر لیا گیا ہے۔ تاکہ اب اس میں عیسائی خاتون اوّل "رولا غنی" اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق عبادت کر سکیں۔ افغانوں نے رولا غنی کے وہ گمراہ کن الفاظ بھی سنے ہیں جن میں انہوں نے فرانس میں حجاب پر لگنے والی پابندی کی کھل کر حمایت کی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اشرف غنی اور ان کے کاسہ لیس عہدے داروں کے لیے مذکورہ تینوں اسلام دشمن اقدامات زوال اور شکست کا سبب بنیں گے۔ کیوں کہ افغان عوام کی تاریخ ان جارح قوتوں کی شکستوں سے بھری پڑی ہے، جنہوں نے اسلامی اور افغانی روایات کے خلاف قدم اٹھایا۔ افغان قوم نے بہت کم عرصے میں نہ صرف یہ کہ ان کے تخت الٹ دیے، بلکہ ان کی قبروں کو بھی عبرت کا نشان بنا دیا۔

کابل کی نئی کٹھ پتلی کا ایک اور کارنامہ

کابل سے چھپنے والے انگریزی اخبار "روزنامہ ایکسپریس" کی توہینِ اسلام کی جرأت

شاہد خان

ہم نے اس سے قبل بھی اپنے مضامین اشرف غنی اور عبد اللہ عبد اللہ کے اقتدار میں آتے ہی ان کے اسلامی اور افغانی روایات سے انحراف کی جو نشان دہی کی تھی، اب اس پر عمل درآمد شروع ہو چکا ہے۔ کابل میں ان کے آغاز اقتدار میں ہی اسلامی اقدار اور افغانی روایات سے انحراف کے کئی واقعات پیش آچکے ہیں۔

بد قسمتی سے اشرف غنی نے اپنے انتخاب کے دوسرے دن ہی عوام کے مطالبات، افغان قوم کی شان دار اسلامی تاریخ کے پس منظر میں جھانکنے سے قبل اور ملکی روایات کے خلاف ایک بزدلانہ اور ذلت آمیز قدم اٹھایا تھا۔ اسٹریٹیجک معاہدے کے نام پر افغان سرزمین کو امریکا کے حوالے کیا گیا۔ یعنی اب (خدانخواستہ) مجاہد افغان عوام ہمیشہ کے لیے مغربی زنجیروں میں جکڑے رہیں گے۔ اس کے نتیجے ہمارے ملک کی فضاؤں میں امریکی طیارے ناقابل برداشت شور مچا رہے ہوں گے۔ اشرف غنی کا یہ اقدام افغان تاریخ میں ہمیشہ ایک سیاہ کارنامے کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔

عوام کے دلوں پر ابھی اس معاہدے کے زخم تازہ تھے، جب کابل کے صحافتی میدان سے بڑی جسارت کے ساتھ شرک، کفر اور ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ حضرت عبد اللہ بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہونے والا کابل، احمد شاہ ابدالی جیسے سپوتوں کی سرزمین، ملا مشک عالم، ایوب خان و اکبر خان کی خواہشات کا مظہر اور شہیدہ بی بی ناہیدہ کے لہو سے رنگین کابل، کی جنت نظیر وادی میں ایک مرتبہ پھر چند نااہل حکمرانوں کے ایوانوں سے شرک، کفر اور الحاد کے اندھیرے پھیلنے لگے ہیں۔ جس سے افغان قوم کے جذبات مجروح ہوئے اور ان میں شدید غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ اس قسم کے اقدامات عوام کو بغاوت پر اکسا رہے ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے ایسے حالات پیدا کرنے کی پہلے سے منصوبہ بندی کر رکھی تھی۔ اس کے باوجود جب بھی کوئی افغان ان کے خلاف کلمۂ حق بلند کرتا ہے تو مذکورہ معاہدے کی رُو سے وہ افغان دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے۔ اور ان کے بی 52 اور ڈرون اسے کہیں بھی آزادانہ طور پر نشانہ بنا سکتے ہیں۔

اے جے اہوار مرتد عبد الرحمٰن کی طرح ایک اور بدفطرت ہے، جس نے کابل سے چھپنے والے انگریزی اخبار Express کے شمارہ نمبر 451 میں (The Islam of Taliban and ISIS) یعنی "طالبان اور داعش کا اسلام" کے عنوان کے تحت بڑی بے باکی سے خالق کائنات کی شان میں توہین آمیز لہجہ اختیار کیا ہے۔ قرآن کریم اور حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک شخصیت کے بارے بہت نازیبا زبان استعمال کی ہے۔ بے ضمیر اور سوئے ہوئے لوگوں کو یہودیوں کی سازشوں سے باخبر رکھنے، انہیں خواب غفلت سے جگانے کے لیے خرافات پر مبنی اس تحریر کے کچھ حصّوں کا اردو ترجمہ نقل کیا جا رہا ہے۔ مناسب تو یہی ہے کہ ایسے گستاخانہ مواد کی مزید تشہیر سے گریز کیا جائے، لیکن اب بھی بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں، جو اس مرتد صحافی کی کفریات کے بارے میں لاعلم ہیں۔ لیکن اس تحریر میں کچھ ایسی کفریات بھی ہیں، جنہیں نقل کرنے سے میرا قلم عاجز ہے۔ ان کو نقل کرنا مناسب بھی نہیں ہے۔ کچھ حصے ملاحظہ فرمائیں!

مرتد اہوار لکھتا ہے:

"طالبان اور داعش کے جھنڈوں پر لکھا ہے کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ ایک اللہ اور ایک رسول! یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرے تو

اسے یہ عقیدہ رکھنا ہو گا کہ اللہ ایک ہے اَور کوئی خدا موجود نہیں ہے۔ لیکن مسیح کے والد خدا کو خدا کی صورت میں کوئی مسلمان ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ صرف مسلمانوں کا خدا موجود ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ افہام و تفہیم کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ دوسروں کے عقائد کا انکار دنیا کے امن کو تاراج کر رہا ہے۔ یہ ایک غیر انسانی طرز فکر ہے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ ہر جگہ ہر شخص کے لیے اسلام کا راستہ کُھلا ہے۔ لیکن جب کوئی مسلمان اسلام کو چھوڑ کر دوسروں کے دین کو اختیار کرتا ہے تو مسلمانوں کی نظر میں یہ کام ماننے کے قابل نہیں۔" مرتد صحافی مزید تنقیدی انداز میں لکھتا ہے: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آپ مسلمان آزاد ہیں کہ قاتل، زانی اور مرتد کو قتل کریں۔" اور یہ کہ "وہ تمام کارنامے جو طالبان اور داعش نے انجام دیے ہیں، یہ ان کا اسلامی عقیدہ اور ان کے خدا اور رسول کے دساتیر ہیں۔"

روزنامہ ایکسپریس کابل کی اس توہین آمیز تحریر سے افغانستان میں حالیہ بر سر اقتدار حکمران طبقے کے چہرے سے نقاب اٹھ گیا ہے۔ لوگ جان چکے ہیں کہ اشرف غنی کو اسی قسم کے ارتدادی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مسند اقتدار پر بٹھایا گیا ہے۔ ان کو اقتدار میں لانے کے لیے عیسائی دنیا کا سب سے بڑا کردار ہے۔ اشرف غنی کے الیکشن مہم پر لاکھوں ڈالرز کے اخراجات اسی مقصد کے لیے کیے گئے تھے۔ کابل کی کٹھ پتلی حکومت نے اس واقعے کے بعد کچھ نمائشی مذمت ضرور کی، لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ کیوں کہ عوام جلد از جلد اس گستاخ صحافی اور اس اخبار کی پوری ٹیم کی عبرت ناک سزا کی منتظر ہے۔ یہ کام امریکا اور اس کے اتحادی جارحیت پسندوں کی موجودگی میں ناممکن ہے۔ مسلمان عوام کی توقعات کے برعکس اشرف غنی نے صرف تحقیقات کا حکم دیا ہے۔ کابل کی سیکورٹی فورسز کے مطابق ابھی تک اس جرم کی پاداش میں کسی شخص کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی، لیکن حال یہ ہے کہ اس اخبار کی پوری ٹیم اور یہی مجرم صحافی اب بھی کابل میں موجود ہیں۔ لیکن حکومت تحقیقات کرے گی۔ اس کے کے بعد سزا کا تعین ہو گا۔ عوام کو خدشہ ہے کہ اشرف غنی بھی اپنے پیش رُو کرزئی کی طرح سپریم کورٹ سے کابل کے "روزنامہ ایکسپریس" کے اس مرتد صحافی "اہوار" کو اعزازی طور پر رہا کروائیں گے یا اس کا مقدمہ کسی مغربی ملک میں چلانے کے لیے وہاں بھیج دیا جائے گا۔ بالکل اسی طرح جیسے کرزئی نے مرتد عبدالرحمٰن کو قانون کی گرفت سے آزاد کروایا تھا۔ جس سے لوگوں کی امیدیں خاک میں مل جائیں گی۔ جب لوگوں پتہ چلے گا تو وہ کابل میں نہیں ہوں گے۔ یہ اسی وقت ہو گا، جب ان کی گرفتاری عمل میں لائی جائے گی۔ عوام کے اس شدید رد عمل کے باوجود اب بھی اشرف غنی کے اقدامات تسلی بخش نہیں ہیں۔ کرزئی کی تاریخ دہرانا اشرف غنی کے لیے کون سا مشکل کام ہے۔

اس دوران کابل کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس عبدالسلام کا استعفا، اٹارنی جنرل "عزل" کا وہائٹ ہاؤس میں اوباما سے ملاقات، اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کا ممکنہ دورۂ امریکا اور تجدید عہد، یہ تمام وہ واقعات ہیں جو اس معاملے کو مزید پیچیدہ بنا رہے ہیں۔ غلام حکومت سے اسلامی شعائر کی حفاظت کی توقع کرنا ایک حماقت ہے۔ مبصرین کے مطابق اس قسم کے گستاخانہ افعال اور اسلامی شعائر کی ایسی توہین، ایک کمزور مسلمان کے دل میں موجود ایمان کی چنگاری کو شعلے میں تبدیل کر دیتی ہے۔ مسلمانوں کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ اس مقدس راہ میں اپنی جان لٹانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ کفار کے ان سیاہ کارناموں سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ انہوں نے جس منصوبے کے تحت بھی یہ کام کیا ہو، سارا نقصان وہ خود ہی اٹھائیں گے اور اس دین الٰہی کو کوئی شخص نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ انشاء اللہ

عبید تنویر

خون میں لت پت مٹی کا حال

افغانستان پر امریکی منشا سے مسلط نام نہاد حکمران نے اصلاحات کے نام پر جن کوششوں کا آغاز کیا ہے، دراصل ان کا مقصد گزشتہ چودہ سالہ امریکی جرائم پر پردہ ڈالنا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بدترین بدعنوانی پر مشتمل فرسودہ نظام سے عوام کا اعتماد اٹھ گیا ہے۔ اب عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے اصلاحات لانے اور قانون پر عمل درآمد کرانے کا ڈرامہ رچایا جا رہا ہے۔ شدت کے ساتھ پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا ہے۔ اشرف غنی اور پرانے لٹیروں نے دعوی کیا ہے کہ بدعنوانی کا خاتمہ کریں گے اور قانون کی عمل داری کو یقینی بنایا جائے گا۔ اشرف غنی کی اس تبدیلی کے ایجنڈے پر ان کے معاونین نے جو اظہار خیال کیا ہے، ان کے مطابق ”صدارتی محل کے کچن“ میں تبدیلی لاتے ہوئے کئی اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ ارکان پارلیمنٹ کی گاڑیوں سے کالے شیشوں کا پلاسٹک اتار دیا گیا ہے۔ اسی طرح سرکاری ہسپتالوں میں غیر حاضر ڈاکٹروں کے خلاف تادیبی کارروائی کرتے ہوئے انہیں معطل کر دیا ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ اشرف غنی اور وحدت ملی کے رہنماؤں کی تبدیلی اور کارکردگی یہاں تک ہی محدود ہے۔ کیوں کہ موجودہ فرسودہ نظام کی بنیاد فساد پر مبنی ہے۔ اس نظام میں بددیانتی، بدعنوانی، مسلمانوں پر تشدد جیسی خرابیاں موجود ہیں۔ اس نظام نے مسلمانوں سے دینی اور ملی خودمختاری چھین لی ہے۔ اسی نظام کے سبب اسلامی معاشرے میں فحاشی وعریانی عام ہو گئی ہے۔ آج ہماری نئی نسل بے راہ روی میں مبتلا ہے۔ جو لوگ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں، ان کو انتہاپسند، دہشت گرد اور مذہبی جنونی جیسے القاب سے نوازتے ہیں۔ اسی فرسودہ اور اسلام دشمن نظام جمہوریت کے باعث افغانستان بدعنوانی میں دنیا میں پہلے نمبر پر ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ افغانستان پر اشرف غنی اور ان کے اتحادیوں کی شکل میں امریکا سے درآمد شدہ جمہوری نظامِ حکومت قائم اور مسلط ہے۔ اس نظام میں سیکڑوں خرابیاں موجود ہیں۔ نظام حکومت کا اندرونی ڈھانچہ کھوکھلا ہو چکا ہے۔ ایک بار پھر تبدیلی کے نام پر جعلی انتخابات کے نتیجے میں پرانے لٹیرے قابض اور مسلط ہو چکے ہیں۔ اور حلف اٹھاتے ہی امریکا کے ساتھ سیکورٹی معاہدے پر دستخط کر دیے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس نظام کی بنیاد امریکی آشیر باد سے رکھی گئی ہو، ابتداء سے انتہا تک فساد اور بدعنوانی پر مشتمل ہو، مخصوص مافیا اس پر قابض ہو، وہ فرسودہ نظام کس طرح افغان عوام کی بھلائی کا سبب بنے گا؟ جب نظام ہی فرسودہ اور بوسیدہ ہو تو اس میں اصلاحات سے کون سا ثمر نکلے گا؟ ان اصلاحات کے کیا نتائج برآمد ہوں گے؟ عوام اس فاسد نظام سے کیا فوائد حاصل کریں گے؟ جو حکمران امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے اپنے ملک کی خودمختاری داؤ پر لگا دے، ملک کی فضائی حدود، سرحدات اور ملک کے معدنی ذخائر کا کنٹرول امریکا کے سپرد کر دے تو پھر ایسے حکمران سے خیر کی امید رکھنا حماقت کے سوا اور کچھ نہیں۔

ہم برملا کہتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام فساد کی اصل جڑ ہے۔ جب تک اس فرسودہ نظام کو ختم نہیں کیا جاتا، تب تک عوام مشکلات سے دوچار رہیں گے۔ ملک بحرانوں سے آزاد ہوگا اور نہ ہی عوام خوش حالی پائے گی۔ ملک حقیقی طور پر ترقی کا سفر طے نہیں کر سکتا۔ ہاں ایک مخصوص ٹولہ اقتدار کے مزے لوٹ کر عوام پر مسلط رہے گا۔ ایک مخصوص گروہ کی اشرافیہ قابض رہے گی۔ عوام کی قسمت بدلنے کے جھوٹے وعدے کبھی پورے نہیں ہوسکتے۔ اس کرپٹ نظام کی بدولت وہ ٹولہ ہمیشہ کے لیے اقتدار پر براجمان رہے گا۔ جو لوگ امریکی غلامی کی تمام حدود پلانگ کریں، وہ امریکا کے لیے قابل قبول ہوں گے۔

یہی وجہ ہے کہ اشرف غنی سے افغان عوام کی امیدیں وابستہ نہیں ہیں۔ اشرف غنی کا چہرہ بھی پرانا ہے۔ یہ حامد کرزئی کے دورِ اقتدار میں وزیر خزانہ تھے۔ انہوں نے اپنی وزارت سے بدعنوانی کا خاتمہ کیا نہ ہی تبدیلی کے حوالے سے کوئی کارنامہ انجام دیا۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ جو شخص حلف اٹھانے کے دوسرے دن امریکا کے ساتھ سیکورٹی معاہدے پر دستخط کرے، اپنا ملک فروخت کرے، ان سے ملک کی خیر خواہی اور بھلائی کی آس لگانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ بلکہ اسی معاہدے پر دستخط کرنے کے لیے ان کو مسندِ اقتدار پر بٹھایا گیا تھا۔ انہوں نے بڑی عجلت میں امریکہ کے ساتھ سیکورٹی کے نام پر معاہدہ کیا اور افغانستان کے تمام ذخائر کا اختیار اس کے سپرد کر دیا۔ اب اس کا ازالہ کسی صورت ممکن نہیں، بلکہ اس کا خمیازہ صدیوں تک افغان عوام کو بھگتنا پڑے گا۔ اس معاہدے کی آڑ میں امریکا سیاسی، اقتصادی، دفاعی سمیت ہر میدان میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے فیصلوں میں بے لگام اور خود مختار ہو گا۔

لطیف عزم

پُر فریب امریکیوں کا مکروہ چہرہ

امریکا نے کچھ عرصہ قبل امارت اسلامی سے تعلق کے شبہے میں دو افغان شہریوں کو بحرین کے بین الاقوامی ہوائی اڈے پر بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گرفتار کیا۔ جہاں سے انہیں بگرام جیل منتقل کر دیا گیا۔ وہ قطر میں گوانتاناموسے رہائی پانے والے امارت اسلامی کے مجاہدین سے ملاقات کر کے واپس جا رہے تھے۔ واضح رہے کہ ان افراد کا امارت اسلامی کے کسی شعبے سے کوئی تعلق نہیں۔ ان دونوں میں ایک افغانستان کی نامور جہادی اور علمی شخصیت مولوی جلال الدین حقانی حفظہ اللہ کے چھوٹے بیٹے محمد انس حقانی اور دوسرے گوانتاناموسے رہائی پانے والے امارت اسلامی کے ایک بہادر سپوت مجاہد مولوی محمد نبی عمری کے بھائی حافظ عبدالرشید تھے۔

محمد انس حقانی اور حافظ عبدالرشید کے قطر میں رہا ہونے والے اپنے ساتھیوں سے ملاقات کے علاوہ کوئی سیاسی اور خفیہ مقاصد نہ تھے۔

امریکا نے بھی امارت اسلامی کے ان پانچ مجاہدین رہنماؤں کی رہائی کے وقت قطر حکومت کو تحریری طور پر یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ ان قیدیوں کے دوست اور قریبی رشتہ دار ان سے قطر میں آزادانہ طور پر ملاقات کر سکتے ہیں۔ لیکن بہت کم عرصے میں امریکا نے اس معاہدے دھجیاں اڑا دیں۔

امریکا نے ہمیشہ کی طرح اپنی عادتِ بد اور پست اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت جلد اپنا معاہدہ توڑ ڈالا۔ اس سازش اور منصوبہ بند فریب کاری سے امریکیوں کا مکروہ چہرہ مزید عیاں ہو گیا ہے۔ دوسری طرف ان کی گرفتاری کے بعد کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ بجائے اس کے کہ اپنے سفید جھوٹ پر قوم سے معافی مانگے یا اپنے آقاؤں سے مشورہ کر کے کوئی جھوٹا بیان داغتے، اس نے ایک دم خود تراشیدہ افوہوں کا ایک نہ تھمنے والا طوفان برپا کر دیا ہے۔ مغربی کاسہ لیسوں کا کہنا تھا کہ انہوں نے ایک شان دار آپریشن کے نتیجے میں مولوی جلال الدین حقانی کے بھائی نصیر الدین حقانی کو خوست سے گرفتار کر لیا ہے۔ حالانکہ جناب حقانی صاحب حفظہ اللہ کا نصیر الدین کے نام سے کوئی بھائی ہے ہی نہیں، بلکہ اس نام سے ان کے ایک بہادر بیٹے ڈاکٹر نصیر الدین حقانی تھے، جو گذشتہ سال شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔ کابل کی غلام انتظامیہ کو جب اپنی جھوٹی افواہوں کے غبارے سے ہوا نکلتی محسوس ہوئی اور امارت اسلامی نے بھی تمام ثبوتوں اور حقائق پر مبنی ایک اعلامیہ جاری کر دیا۔ جس پر انہوں نے امریکا سے رابطہ کر کے دونوں قیدیوں کی تصاویر حاصل کر کے میڈیا پر جاری کر دیں کہ واقعی ان دونوں کو انہوں نے ہی گرفتار کیا ہے۔ جب کہ کابل انتظامیہ کو نہ ان افراد کی گرفتاری کا علم تھا اور نہ اب وہ ان کے دائرہ اختیار میں ہیں۔

دوسری جانب اگر امریکی محمد انس اور حافظ عبدالرشید کی گرفتاری سے اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ اس سے امارت اسلامی یا محترم حقانی صاحب کے خاندان کو صدمہ پہنچانے کے ساتھ مستقبل کے حوالے سے طالبان کی منصوبہ بندیوں کے بارے میں آگاہی حاصل کریں گے تو یہ محض ان کی خام خیالی ہے۔ ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ ایک ادنی مجاہد کی گرفتاری بھی حقانی صاحب کے خاندان اور امارت اسلامی کے لیے کسی صدمے سے کم نہیں ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کسی کی گرفتاری سے خدانخواستہ جہادی کاروائیاں تعطل کا شکار ہو جائیں گی یا مجاہدین کے حوصلے پست ہو جائیں گے؟! کیوں کہ جہاد کے اس مقدس سفر میں امارت اسلامی کا توکل اور بھروسا اشخاص پر نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کی غیبی نصرت پر ہے۔

جو جماعت اس ایمانی جذبے سے سرشار ہو، وہاں ہر شخص "محمد انس" اور "حافظ عبدالرشید" بن سکتا ہے۔ ان کے خلا کو بڑی آسانی سے پُر کر سکتا ہے۔

آپ دیکھیں! جب امریکا اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان پر جارحیت کا آغاز کیا تو اسی وقت سے امارت اسلامی کے دوسرے سرکردہ رہنماؤں کی طرح کمانڈر حقانی صاحب کے خلاف بھی اپنے جاسوسوں کی مدد سے بے شمار چھاپے اور فضائی آپریشن کیے۔ دشمن اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ حقانی صاحب کی گرفتاری یا شہادت سے ملک کے ایک بڑے حصے میں جہادی مزاحمت کمزور پڑ جائے گی۔

بقیہ: صفحہ نمبر 33 پر ملاحظہ فرمالیں۔

جنگی جرائم

{ اکتوبر 2014}

سید سعید

قربانیوں کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ شہیدوں کا خون رنگ لا رہا ہے۔ لیکن ابھی امت محمدیہ کو بہت سے تلخ ایام اور سنگین راتوں کا سفر طے کرنا باقی ہے۔ انہی دردناک گھڑیوں میں سے ایک ساعت 5 اکتوبر 2014ء کی تھی، جب صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے قلعہ ساروان کے کوٹی مقام پر افغان فورسز نے راکٹ فائر کیا، جو قریب میں واقع حاجی عبدالکریم کے گھر پر جا گرا۔ اس سے گیارہ افراد کو جانی نقصان پہنچا اور پانچ خواتین اور ایک معصوم بچہ شہید، جب کہ پانچ افراد زخمی ہوگئے۔

اسی طرح 7 اکتوبر کو قابض افواج نے صوبہ پکتیکا ضلع خیر کوٹ کے علاقے بکخیل پر بم باری کر کے موٹر سائیکل پر سوار دو افراد کو شہید کر دیا۔

پھر 9 اکتوبر کو صوبہ غزنی ضلع شلگر کے غنی جان گاؤں میں اربکی ملیشیا کے اہل کاروں نے دو افراد شہید کر دیے۔ اسی دن صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے علاقے پانکیلی میں افغان فورسز نے تین افراد کو حراست میں لیا۔

ایک دن کے وقفے سے 11 تاریخ کو صوبہ پکتیکا ضلع برمل کے مرغہ کے مقام پر قابض افواج نے ایک گاڑی پر فضائی حملہ کر کے ایک شخص کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔ اسی روز صوبہ قندوز ضلع امام صاحب کے علاقے گمبز میں افغان فورسز نے فائرنگ کر کے ایک خاتون کو شہید کر دیا۔ اس کے علاوہ علاقہ مکینوں نے شکایت کی ہے کہ وہ "جوی بیگم تھانہ" کی پولیس کے رُویے سے تنگ آگئے ہیں۔ ان سے بھتا لیا جاتا ہے۔ اور تشدد کیا جاتا ہے۔ ایک شخص "سراب" کا گھر اس لیے نذر آتش کر دیا کہ اس کا بیٹا طالبان سے تعلق رکھتا ہے۔

12 اکتوبر کو صوبہ لغمان ضلع علینگ کے علاقے "میاں صاحب درہ" میں قابض افواج نے ایک گاڑی کو فضائی حملے کا نشانہ بنایا، جس سے چار افراد شہید ہوگئے۔

13 اکتوبر کو صوبہ پکتیا کے دارالحکومت کے قریب قلعہ نازیان پر قابض افواج نے بم باری کی، جس کے نتیجے میں سات افراد شہید ہوگئے۔ عینی شاہدین نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ شہید کیے جانے والے افراد لکڑیاں جمع کرنے گئے تھے کہ فضائی حملے کا شکار ہوگئے۔

14 اکتوبر کو صوبہ میدان وردگ ضلع جلگہ کے مرکز کے قریب ایک نوجوان اپنے گھر کے سامنے کھڑا تھا کہ قریبی چیک پوسٹ سے پولیس نے فائرنگ کر کے اسے شہید کر دیا۔

اگلے روز 15 اکتوبر کو صوبہ ہلمند ضلع مارجہ کے علاقے "ترخ ناور" میں قابض افواج نے چھاپے کے دوران دو افراد کو بلاوجہ حراست میں لے لیا۔

16 اکتوبر کو صوبہ زابل ضلع سیوری کے علاقے بدین پر افغان فورسز نے چھاپہ مارا۔ مکینوں پر تشدد کیا گیا اور دو افراد کو حراست میں لے کر نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا۔

18 اکتوبر کو صوبہ غور ضلع چہار سدہ کے علاقے "بردیز" میں حکومتی حمایت یافتہ ملیشیا کے اہل کاروں نے طالبان کے ساتھ شدید جھڑپ کے بعد اس علاقے میں درجنوں افراد کو بغیر کسی جرم کے شہید اور زخمی کر دیا۔ مکینوں کے مطابق ملیشیا اہل کاروں نے 80 گھر لوٹ کر سب کو آگ لگا دی۔

19 اکتوبر کو صوبہ لوگر ضلع ازرہ کے علاقے منگل درہ میں قابض افواج نے افغان فورسز کے ساتھ مل کر چھاپا مارا۔ جس میں تین شہریوں کو شہید کر دیا، جب کہ کئی کو مالی نقصان پہنچایا۔ اسی دن قندھار میں گورنر ہاوس کے سامنے ضلع خاکریز کے لوگوں نے احتجاج کیا کہ ان کے علاقے میں افغان فورسز کے اہل کار روزانہ فائرنگ کرتے ہیں، جس سے مقامی لوگ بھی زد میں آجاتے ہیں۔ ان کو جانی ومالی نقصان ہوتا ہے۔ انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ حال ہی میں گیارہ افراد فائرنگ کا نشانہ بن کر شہید اور زخمی ہوئے۔ جب کہ صوبہ ہلمند ضلع سنگین کے علاقے "سنجگ" میں قابض افواج کے ڈرون حملے میں ایک شہری شہید ہوگیا۔

بقیہ صفحہ نمبر 43 پر ملاحظہ فرمائیں۔

افغانستان اکتوبر 2014 میں

احمد فارسی

دشمن نے ان واقعات اور نقصانات کا اعتراف کیا ہے۔ صحیح اعداد وشمار کے لیے الامارہ اور دیگر ویب سائٹس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ اکتوبر 2014 میں نہ صرف دشمن نے مجاہدین کی مضبوطی اور ان کی قوت کا اعتراف کیا، بلکہ تیرہ سالہ جنگ کے آخر میں اپنی شکست کا اعلان بھی کر دیا۔ اس ماہ امریکا کے ساتھ سیکورٹی معاہدے کے نتائج سامنے آئے ہیں۔ یہاں ہم یہاں کچھ واقعات اور مسائل ذیلی عنوانات کے تحت پیش کریں گے۔

جارحیت پسندوں کے جانی نقصانات

جارحیت پسند دشمن ایک جانب فرار اختیار کر رہا ہے۔ دن بہ دن مختلف صوبوں میں اپنے اڈے اور کیمپ خالی کرتا جارہا ہے۔ بیرونی جارحیت پسندوں نے اپنی آمدورفت بالکل ختم کر دی ہے۔ صرف فضائی بم باری پر توجہ دے رہے ہیں۔ اگرچہ جنگ کی شدت بڑھنے کی وجہ سے اس کے نقصانات بڑھ رہے ہیں، مگر دشمن اپنی جنگی اسٹریٹجی کی بنیاد پر وہ مختصر معلومات، جنہیں وہ پہلے نشر کر دیتے تھے، اب اس سے بھی گریز کیا جارہا ہے۔ اس لیے اکتوبر میں اپنے صرف 3 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔ اس کے ساتھ گذشتہ تیرہ سالوں میں مجموعی طور پر ہلاک ہونے والے فوجیوں کی کل تعداد 3478 ہوگئی ہے۔ جن میں سے 2350 امریکی اور 453 برطانوی فوجی ہیں۔ قارئین ذیل کے واقعات اور حقائق دیکھ کر اندازہ کرسکیں گے کہ دشمن کو پہنچنے والے نقصانات کی حقیقی تعداد کیا ہے؟!

جارحیت پسندوں کے مالی نقصانات

جارحیت پسندوں نے مجاہدین کے گھات اور فدائی حملوں سے بچنے کے لیے اپنی آمدورفت محدود اور بہت کم کر دی ہے۔ اس کے باوجود بھی کوئی دن ایسا نہیں آتا جس میں اُن کے مراکز اور اڈے مجاہدین کے حملوں کا نشانہ نہ بنے ہوں۔ جس میں ان پر گھات حملے نہ ہوتے ہوں۔ اُن میں دشمن کو جانی نقصانات کے ساتھ بڑے پیمانے پر مالی نقصانات بھی اٹھانا پڑتے ہیں۔ مجاہدین کے راکٹ حملوں سے دشمن کو ہونے والے نقصان کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

دشمن کے رسد فراہمی کے قافلے مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنتے ہیں، جس کی وجہ سے جارحیت پسندوں کے نقصانات کی سطح روز بروز بڑھ رہی ہے۔ 23 اکتوبر بروز بدھ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے جارحیت پسندوں کے کانوائے پر میدان وردگ ضلع سید آباد میں حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں 15 آئل ٹینکر جل کر راکھ ہوگئے۔ اس میں کم از کم 16 فوجی ہلاک ہوئے۔ اسی طرح دشمن کا ایک ٹینک بھی تباہ ہوگیا۔ مگر دشمن نے صرف 5 گاڑیوں اور 3 محافظ اہل کاروں کی ہلاکت کا اعتراف کیا۔

نیشنل آرمی کے نقصانات

داخلی دشمن کی صفوں میں نقصانات کی تعداد اتنی زیادہ ہے، جس کا حساب اور شمار رکھنا مشکل ہے۔ دوسری طرف ان نقصانات نے دشمن کو اس قدر گھبراہٹ کا شکار کر دیا ہے کہ قصداً اسے کچھ اعترافات کرنا پڑ رہے ہیں۔ انہیں اپنا بھرم قائم رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ 22 اکتوبر بروز بدھ کابل کی وزارت داخلہ کی جانب سے شائع ہونے والی ایک خبر میں بتایا گیا تھا کہ اربکیوں کی صفوں میں نقصانات کا ایشو بڑھ گیا ہے۔ مذکورہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ گذشتہ چھ ماہ کے دوران 600 اربکی ہلاک اور 900 زخمی ہوئے ہیں۔ داخلی فوجیوں کی ہلاکتوں کے اعداد وشمار کا احاطہ ناممکن ہے، اس لیے یہاں کچھ ایسے واقعات کی جانب اشارہ کریں گے، جن سے ان کے نقصانات کا اندازہ لگایا جاسکے۔

یکم اکتوبر کو لوگر ضلع کلنگار میں اربکیوں کا ایک مشہور کمانڈر ہلاک اور تین افراد زخمی ہوگئے۔ جب کہ کمانڈر کے تین محافظ شدید زخمی ہوگئے۔ اس واقعے سے دو روز قبل 10 اکتوبر کو اربکیوں کا ایک اور کمانڈر "بلخ" ضلع شولگر میں ہلاک ہوگیا۔ 15 اکتوبر بروز بدھ کو ہلمند ضلع نادعلی میں ضلعی گورنر مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگیا اور اس کے چھ محافظ زخمی ہوگئے۔ اس واقعے کے ایک روز بعد ننگرہار ضلع طورخم کے وزیر مواصلات امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگئے۔ 18 اکتوبر کو خوست ضلع سپری کے پولیس چیف ایک بارودی

سرنگ کے دھماکے میں ہلاک ہوگئے۔ 25 اکتوبر بروز ہفتہ قندہار ضلع غورک کے پولیس چیف اور ضلع ژڑی کے سیکورٹی افسر قاتلانہ حملوں میں ہلاک ہوگئے۔ اس واقعے کے ایک روز بعد ہنگامی امور کے شعبے کے افسر بارودی سرنگ کے دھماکے میں ہلاک ہوگئے۔ اسی روز فراہ میں ایک اور واقعے میں خواجہ سبز کے پولیس سربراہ اور اینٹی ٹیررسٹ پولیس افسر اپنے دو محافظوں سمیت مجاہدین کے ساتھ ہونے والی ایک جھڑپ میں ہلاک ہوگئے۔ اس واقعے میں 8 مزید فوجی زخمی ہوئے۔ ایک واقعے میں اٹارنی جنرل آفس پر مجاہدین کی جانب سے حملہ کیا گیا، جس میں 11 اٹارنی جنرل اور 14 فوجی ہلاک ہوگئے۔ اسی طرح 11 اٹارنی جنرل اور 28 دیگر افراد زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ 2 اکتوبر بروز جمعرات صوبہ اروزگان کے نئے پولیس سربراہ غزنی میں مجاہدین کے ہاتھوں مارے گئے۔ اس سے قبل غزنی کے کچھ بڑے حکومتی اہل کار اور افسران مجاہدین کی جانب سے گرفتار اور ہلاک کیے جاچکے ہیں۔

خیبر آپریشن:

خیبر آپریشن رُوبہ کامیابی ہے۔ جس میں بہت سے اہداف حاصل کیے گئے ہیں۔ دارالحکومت کابل بھی اس ماہ کئی بار شدید حملوں کا شکار ہوا ہے۔ تاکہ دنیا کے سامنے واضح ہو کہ چہروں کی تبدیلی سے افغان عوام کو دھوکہ دیا جاسکتا ہے نہ مجاہدین کو کمزور کیا جاسکتا ہے۔ یکم اکتوبر بروز منگل امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے دو فدائی حملوں میں نیشنل آرمی کے درجنوں افسران ہلاک اور زخمی کردیے۔ کابل انتظامیہ کی وزارت دفاع کے ترجمان نے اعتراف کیا کہ اس حملے میں ان کے 2 افراد ہلاک اور 15 زخمی ہوئے ہیں۔ مگر باوثوق ذرائع کے مطابق 30 سے زیادہ فوجی ہلاک اور کئی زخمی ہوئے ہیں۔ میدان وردگ میں پیش آنے والا ایک اَور واقعے میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے 20 اربکیوں کو ہلاک کردیا۔ ان نقصانات کا اعتراف کابل انتظامیہ نے بھی کیا۔ 3 اکتوبر بروز جمعہ "پنج شیر" کے صوبائی سیکرٹریٹ کو راکٹ حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس حملے میں بھی دشمن کو شدید نقصان پہنچا تھا۔ 11 اکتوبر کو ہلمند مرکز لشکر گاہ کی پولیس پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں 8 فوجی ہلاک اور کئی زخمی ہوگئے۔ اس کے ایک روز بعد نیشنل آرمی کے کانوائے پر میدان وردگ ضلع سید آباد میں مجاہدین کی جانب سے حملہ ہوا، جس میں بہت فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اسی روز آئی جی آفس پر بھی مجاہدین نے راکٹ حملے کیے۔ جس میں درجنوں پولیس ہلاک اہل کار اور زخمی ہوئے۔ انتظامیہ نے واقعے کی تائید کی، لیکن صرف 2 پولیس اہل کاروں کی ہلاکت اور 9 افراد کے زخمی ہونے کو تسلیم کیا۔ دوسری جانب بلخ ہسپتال کے ڈاکٹروں نے ذرائع ابلاغ سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 18 حکومتی ملازم اور پولیس اہل کاروں کو علاج کے لیے یہاں لایا گیا تھا۔ اس کے ایک روز بعد مزدور انتظامیہ کے کانوائے پر میدان وردگ ضلع سید آباد میں مجاہدین کی جانب سے حملہ ہوا، جس میں بہت سے فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

اس کے ایک روز بعد امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ایک بار پھر دارالحکومت کابل کو نشانہ بنایا، جس میں 10 بیرونی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ یہ حملہ کابل جلال آباد کی عام شاہراہ پر ہوا تھا۔ اس واقعے میں بیرونی جارحیت پسندوں کے جانی نقصانات کے ساتھ ساتھ دو کروزین گاڑیاں بھی مکمل طور پر تباہ ہوگئیں۔ 14 اکتوبر کو کابل میں مجاہدین نے ایک اور حملہ کیا، جس میں انٹیلی جنس کے 2 اہل کار ہلاک اور 5 زخمی ہوئے۔ اسی طرح 21 اکتوبر بروز منگل دارالحکومت کابل میں ایک اور واقعہ ہوا، جس میں دشمن کے اعتراف کے مطابق نیشنل آرمی کے 4 افسر ہلاک اور 6 زخمی ہوئے۔

کابل پر مجاہدین کے مسلسل حملے اور اسی طرح پنج شیر کے صوبائی سیکرٹریٹ، بلخ کے پولیس آئی جی آفس جیسے محفوظ مراکز پر حملے اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ مجاہدین دن بدن مضبوط ہوتے جارہے ہیں۔ دوسری طرف دشمن کی گھبراہٹ اور پریشانی میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ دشمن اس بات کا اعتراف کررہا ہے کہ ملک کا کوئی کونہ مجاہدین کے اثرورسوخ اور حملوں سے محفوظ نہیں ہے۔

دشمن نے ہماری فتح کا اعتراف کیا ہے!

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور عوام کے بے پناہ تعاون کی بہ دولت امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے اکثر علاقوں سے دشمن کا صفایا کردیا ہے۔۔ دشمن نے بھی مجاہدین کی حالیہ کامیابیوں کا اعتراف کیا ہے۔

یکم اکتوبر بروز بدھ قندہار ضلع ریگستان مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔ 19 اکتوبر بروز ہفتہ کابل انتظامیہ نے خبر دی ہے کہ ایک ہفتے کے دوران سیکڑوں حملے مجاہدین کی جانب سے ان کے اداروں پر ہوچکے ہیں۔ خبر میں مزید کہا گیا ہے کہ کم از کم 300 حملے مجاہدین کی جانب سے ہوچکے ہیں۔ 21 اکتوبر بروز منگل کابل انتظامیہ کی وزارت دفاع کے ایک اعلامیے میں بتایا گیا کہ سال 2003 میں اب تک نیشنل آرمی کے 6853 اہل کار ہلاک ہوچکے ہیں۔ تفصیلی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 2009 میں 635، 2010 میں 848 اور 2011 میں 814 اہل کار مختلف حملوں میں ہلاک ہوچکے ہیں۔ رپورٹ میں مزید بتایا گیا ہے کہ 2012ء میں 1180 اور 2013ء میں 1400 اور رواں سال کے گذشتہ 8 ماہ میں اب تک 950 فوجی ہلاک ہوچکے ہیں۔

دشمن کی مسلسل ناکامیوں کے سلسلے میں 12 اکتوبر کو جارحیت پسند ملک جرمنی کے وزیر خارجہ نے کہا: "2001 میں افغانستان میں جنگ کے آغاز کے بعد سے اب تک انہیں شدید مشکلات کا سامنا ہے اور ہر وقت اس بات کا امکان ہے کہ وہ اپنے فوجی مکمل طور پر افغانستان سے نکال دیں گے۔" انہوں نے مزید کہا: "ہم نے حد سے زیادہ توقعات وابستہ کرلی تھیں، جس کی وجہ سے افغانستان میں ہمیں شدید مخالفت کا سامنا ہے۔" یاد رہے کہ جرمنی تیسرا بڑا جارحیت پسند ملک ہے، جس کی فوج کی بڑی تعداد افغانستان میں موجود ہے۔ کہا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے 2014 کے اختتام پر بیرونی جارحیت پسند ممالک نکل جائیں۔ جرمنی اپنی تین ہزار فوج مزید کچھ سالوں کے لیے افغانستان میں رکھے گا۔ اسی طرح نیویارک ٹائمز نے 9 اکتوبر بروز جمعرات اپنے اداریے میں لکھا: "امریکا 2014 کے بعد افغانستان کے لیے اپنا نیا بجٹ بنائے گا۔ حالانکہ افغانستان کی جنگ کے آغاز سے اب تک 16 ممالک نے اپنی تعمیر نو کا بجٹ وہاں لگوایا ہے۔ امریکا اتنے بڑے اخراجات کے باوجود شکست اور اقتصادی نقصان سے زیادہ کچھ حاصل نہ کرسکا۔" اخبار نے مزید کہا: "104 ارب سے زیادہ عالمی امداد افغان حکام کے ہاتھوں لوٹ لی گئی ہے۔ بہت کم مقدار میں انتہائی غلط طریقے سے افغانستان میں خرچ کی گئی ہے۔ دوسری طرف 23 اکتوبر بروز جمعرات کو سابق برطانوی جنرل پیٹریاس نے بی بی سی سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے پیغام میں کہا کہ "طالبان کے حوالے سے ان کی تحقیقات اور پیش گوئیاں غلط نکلیں۔ وہ اب افغانستان کی جنگ میں اپنی ناکامی کا اعتراف کررہے ہیں۔" تیس اکتوبر بروز جمعرات گارڈین کی جانب سے شائع ہونے والی ایک خبر میں کہا گیا ہے کہ "طالبان اب بھی افغانستان کے اکثر اضلاع اور علاقوں میں وسیع پیمانے پر موجود ہیں۔ یہ عالمی جارحیت پسندوں کے لیے ایک بڑی اور واضح ناکامی ہے۔"

طالبان کی صفوں میں شمولیت

امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد اور جلب وجذب کمیشن کی کامیاب کوششوں سے دشمن کی صفوں میں موجود کئی افغان فوجی حقیقت کا ادراک کرنے کے بعد مختلف علاقوں کے مجاہدین سے آملے۔ اس سلسلے میں 20 اکتوبر کو 300 اربکی ضلع چارصدہ میں مجاہدین سے مل گئے۔ 13 اکتوبر بروز جمعرات نورستان ضلع وانٹ وائیگل میں پولیس سے تعلق رکھنے والے 40 افراد مجاہدین سے مل گئے۔ دوسری جانب ہلمند ضلع مارجہ میں دشمن کی صفوں میں موجود مجاہد نے 3 فوجیوں کو قتل کردیا اور جوابی حملے میں خود بھی شہید ہوگیا۔ مجموعی طور پر اکتوبر میں دعوت وارشاد، جلب وجذب کمیشن کی کوششوں سے 300 سے زیادہ نیشنل آرمی کے اہل کار مجاہدین سے ملے۔ جس کی مکمل اور تفصیلی رپورٹ اس کمیشن کی ماہانہ رپورٹ میں پڑھی جاسکتی ہے۔

عوام پر ڈھائے گئے مظالم

جیسا کہ ہم نے پہلے کہا تھا کہ کابل انتظامیہ اور جارحیت پسندوں کے نقصانات دن بدن بڑھ رہے ہیں۔ جس کے رد عمل میں وہ شکست اور ناکامی کا انتقام مظلوم اور بے گناہ لوگوں سے لے رہا ہے۔ اس لیے عام لوگوں کی ہلاکت، طاقت کا ناجائز استعمال اور بلاوجہ گرفتاریوں کے واقعات ہر روز پیش آرہے ہیں۔ ایسا کوئی مہینہ نہیں گذرتا، جس میں درجنوں عام افراد ہلاک، زخمی یا قید نہ ہوتے ہوں۔ ملکی اور غیر ملکی نیوز چینلز کی رپورٹس کی بنیاد پر اکتوبر کے مہینے میں جارحیت پسندوں اور داخلی مزدوروں نے 52 بے گناہ افراد کو شہید، 24 کو زخمی اور 31 افراد کو گرفتار کرکے قید کردیا۔ 12 اکتوبر بروز اتوار کو صوبہ پکتیا کے مختلف اضلاع میں لوگوں نے اربکیوں کے مظالم اور ظلم کی شکایت کی ہے۔ اربکیوں نے ضلع اومنی میں ایک معصوم بچے کو شہید اور تین افراد کو شدید زخمی کردیا۔ ضلع اومنی کے عوام نے ظلم اور وحشت کے خلاف احتجاجاً صوبائی سیکرٹریٹ کے سامنے مظاہرہ کیا، جو بلانتیجہ اختتام کو پہنچا۔ اس واقعے کے ایک روز بعد پڑوسی صوبے کے حکام نے خبر دی کہ کم از کم 7 عام شہریوں کو جارحیت پسندوں نے بم باری کرکے شہید کردیا ہے۔ لیکن انہوں نے ہلاک ہونے والے افراد کو مسلح مخالفین قرار دیا ہے۔ اسی طرح لغمان ضلع علی شنگ میں جارحیت پسندوں کی بم باری میں 4 عام مزدور شہید ہوگئے۔ پکتیا کے واقعے کے دو روز بعد جارحیت پسندوں نے ایک بار پھر ضلع زرمت میں ایک مسافر گاڑی پر بم باری کی، جس میں سوار تمام افراد شہید ہوگئے۔ 18 اکتوبر بروز پیر ضلع چہار صدہ میں اربکیوں نے مجاہدین کے شدید حملے کا شکار ہونے کے بعد عام لوگوں کے گھروں پر حملہ کیا۔ جس میں 11 عام افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ اربکیوں نے 80 سے زیادہ گھروں کو لوٹ مار کے بعد آگ لگادی۔ اس واقعے کے ایک روز بعد 19 اکتوبر بروز اتوار قندہار ضلع خاکریز میں کئی عام شہریوں کو ان کے گھروں پر مارٹر کے گولے گراکر شہید اور زخمی کردیا گیا۔

عوامی نفرت

بیرونی جارحیت پسندوں کے خلاف عوام کی نفرت کا گراف دن بہ دن بلند ہوتا جارہا ہے۔ لوگوں کا پیمانۂ صبر لبریز ہوچکا ہے۔ کابل انتظامیہ کے ظلم کے خلاف احتجاجی نعرے بلند ہورہے ہیں۔ اس سلسلے میں 15 اکتوبر بروز بدھ غزنی کے لوگوں نے اربکیوں کے خلاف مظاہروں کا آغاز کردیا۔ پولیس نے شدید رد عمل

ظاہر کرتے ہوئے مظاہرین پر ظالمانہ حملے شروع کر دیے، جس میں ایک شہری جاں بحق اور دو زخمی ہو گئے۔

ہم وطن کٹھ پتلیوں کی فرار

ایک جانب ظالموں کا افغانستان سے فرار کا سلسلہ جاری ہے اور دوسری طرف جارحیت پسندوں کے جنرل کمانڈر نے ایک اعلامیے میں کہا ہے کہ "2014 کے بعد 12500 جارح فوجی افغانستان میں قیام کریں گے۔" حالیہ فرار کے سلسلے میں نہ صرف جارحیت پسند، بلکہ ان کے کٹھ پتلی بھی فرار کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ وہ اپنے آقاؤں سے پناہ کی درخواست کر رہے ہیں۔ اکتوبر کے مہینے میں تربیت کے لیے اٹلی بھیجے گئے کابل انتظامیہ کے چار افسران نے وہاں پناہ کی درخواست دے دی ہے۔ انہوں نے واپس افغانستان آنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس سے قبل ستمبر کے مہینے میں "انگلینڈ ویلز" میں پرچم اٹھانے کی ذمہ داری اٹھانے والے وزارت دفاع کے ایک اعلیٰ افسر نے اپنی ڈیوٹی سے استعفیٰ دے دیا اور وہیں سیاسی پناہ کا مطالبہ کر دیا۔ اسی طرح امریکا میں بھی تربیت کے لیے جانے والے بہت افسر جنگی تربیتی مراکز سے فرار ہو گئے۔ دوسری جانب افغانستان میں بھی خارجی جارحیت پسندوں نے 15 اکتوبر بروز بدھ اپنا اہم ترین اور سب سے بڑا فوجی اڈہ خالی کر دیا اور ہلمند سے انخلا کر کے چلے گئے۔ بیس شین کیمپ افغانستان میں برطانوی جارحیت پسندوں کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا تھا، جسے مکمل طور پر خالی کر دیا گیا۔ اس سے قبل سابق برطانوی وزیر اعظم نے کہا تھا کہ وہ اس اڈے سے خطے کے تمام ممالک کی نگرانی کریں گے، لیکن مجاہدین کے مسلسل حملوں کے باعث وہ فوجی اڈے جن پر کئی ملین ڈالرز خرچ کیے گئے تھے، وہ خالی کر کے فرار ہو گئے۔

یاد رہے کہ یہ کیمپ دو مرتبہ مجاہدین کے شدید ترین فدائی حملوں کا نشانہ بنا ہے۔ جس کے نتیجے میں جانی نقصانات کے ساتھ 50 طیارے اور بے شمار مالی نقصانات جارحیت پسندوں کو اٹھانا پڑے تھے۔ ان فوجیوں کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے ہلمند کے عوام انگریزوں کے جانے پر بہت خوش ہیں اور اسے اپنی اور مجاہدین کی بڑی کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ ملک سے انگریزوں کا فرار اور کنڑ سے امریکیوں کا انخلا، یہ دو ایسی بڑی کامیابیاں ہیں، جو ملکی بلکہ عالمی سطح پر اہم واقعات سمجھے جا رہے ہیں۔ لیکن زر خرید میڈیا ہمیشہ سے ایسے واقعات اجاگر کرنے سے گریز کرتا رہا ہے۔

ملکی خزانے کی لوٹ مار

افغانستان جارحیت کے آغاز کے بعد سے اب تک مسلسل جارحیت پسندوں اور ان کی کٹھ پتلیوں کی سلسلہ وار لوٹ مار کا شکار ہے۔ اس سلسلے میں کئی بار ملکی معدنیات اور قومی خزانے میں لوٹ مار کی خبریں نشر ہوئیں ہیں۔ ایک بار پھر سیگارا (افغانستان سے تعاون اور تعمیر کے ادارے) نے 10 اکتوبر بروز جمعہ اپنی ایک تازہ ترین رپورٹ میں کہا ہے کہ "وہ 16 طیارے، جو کئی ملین ڈالرز کے بدلے افغانستان کو دیے گئے تھے، پرزوں میں بدل کر کوڑی کے داموں بیچ دیے گئے ہیں۔ یہ C-72S طیارے 486 ملین ڈالر کی قیمت پر خریدے گئے تھے۔ جو پرزوں میں بدلنے کے بعد 32 ہزار ڈالر میں بیچے گئے۔

بقیہ از: جنگی جرائم اکتوبر 2014

اسی روز صوبہ فراہ ضلع فراہ رود کے بازار کے قریب افغان اہل کاروں نے ایک موٹر سائیکل پر وحشیانہ فائرنگ کر دی، جس کے نتیجے میں دو شہری شہید ہو گئے۔

21 اکتوبر کے دن صوبہ کنڑ ضلع چوکی کے علاقہ چمبیل میں افغان فورسز کی فائرنگ سے تین بچے شہید اور دو زخمی ہو گئے۔

22 اکتوبر کو صوبہ ہرات ضلع کھسان کے علاقے قدوس آباد میں پولیس نے بیس افراد کو حراست میں لے لیا۔

ایک دن کے وقفے سے 25 اکتوبر کو صوبہ ننگرہار ضلع خوگیانو کے علاقے "بازی خیل" میں حکومتی ملیشیا کے اہل کاروں نے ایک مسافر گاڑی پر فائرنگ کر دی، جس کے نتیجے میں چار افراد شہید اور دو زخمی ہو گئے۔ اسی دن صوبہ ہلمند ضلع نادعلی کے "شنہ جامع" کے مقام پر قابض افواج کے ڈرون حملے میں دو مستریوں کو شہید کر دیا۔

26 اکتوبر کو صوبہ لغمان ضلع قرغی کے علاقے چارباغ میں پولیس کی فائرنگ سے اسکول کا ایک طالب علم شہید اور ایک طالب علم سمیت دو افراد زخمی ہو گئے۔

27 اکتوبر کے روز صوبہ ننگرہار "ضلع چپرہار" کے علاقے "بیمارو" میں پولیس نے چھاپامار کر دو بے گناہ شہریوں کو حراست میں لیا اور خاتون کو زخمی کر دیا۔

اس ماہ کی آخری تاریخ 31 اکتوبر کو بھی صوبہ کاپیسا ضلع نجراب میں "افغانیہ" کے مقام پر حکومتی ملیشیا اہل کاروں نے ایک گاڑی سے ڈرائیور کو اتار کر بلاوجہ شہید کر دیا۔

اقتباسات: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک نیوز ایجنسی، پژواک، خبریال، لراوبر، نن ٹکی ایشیا اور بینوا ویب سائٹ۔

محرم الحرام کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندہار	64	1	0	0	109	34	31	1	2	0
-2	ہلمند	139	0	0	0	252	106	37	6	21	0
-3	غزنی	34	0	0	0	30	36	8	1	1	0
-4	خوست	48	0	0	0	41	20	4	0	0	0
-5	نورستان	11	0	0	0	14	12	0	5	3	0
-6	میدان وردگ	34	0	0	0	34	32	2	2	0	0
-7	کونڑ	45	0	0	0	53	47	13	1	0	0
-8	پکتیکا	27	0	0	0	38	38	3	4	5	0
-9	زابل	99	1	0	0	121	46	53	5	4	1
-10	لوگر	38	1	2	3	54	24	6	1	0	0
-11	کاپیسا	20	0	0	0	20	25	7	0	0	0
-12	روزگان	18	0	0	0	32	25	3	0	2	0
-13	پکتیا	30	0	0	0	43	36	8	0	1	0
-14	فراہ	21	0	0	0	40	49	14	9	12	0
-15	کابل	15	3	0	0	34	5	15	4	0	1
-16	ننگرہار	143	1	6	0	178	207	21	7	9	1
-17	لغمان	15	0	0	0	23	19	6	2	0	0
-18	ہرات	22	0	0	0	13	17	10	1	1	0
-19	نیمروز	16	0	0	0	31	20	2	0	0	0
-20	بادغیس	14	0	0	0	11	2	4	0	2	0
-21	قندوز	26	1	0	0	60	49	1	4	0	1
-22	بغلان	22	0	0	0	36	38	8	1	7	0
-23	فاریاب	22	0	0	0	18	35	7	3	3	0
-24	غور	6	0	0	0	16	7	0	0	1	0
-25	پروان	15	2	18	15	1	11	3	2	0	1
-26	تخار	5	0	0	0	18	16	0	1	2	0
-27	سمنگان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-28	بدخشان	13	0	0	0	23	15	6	0	0	0
-29	بامیان	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
-30	بلخ	3	0	0	0	0	0	1	0	0	0
-31	جوزجان	8	0	0	0	8	11	2	1	0	0
-32	دائی کنڈی	2	0	0	0	8	6	0	0	0	0
-33	سرپل	1	0	0	0	2	3	0	0	0	0
-34	پنجشیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		**976**	**10**	**26**	**18**	**1361**	**991**	**275**	**61**	**76**	**5**

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1- ننگرہار میں ایک ڈرون طیارہ

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

الحمد للہ ! عوام کی جانب سے مجاہدین کے ساتھ تعاون اور ہمدردی میں اور بھی اضافہ ہوا ہے۔ میں تمام مجاہدین کی نمائندگی سے اپنی محب وطن ومحب دین عوام کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے مخلصانہ تعاون کے بدلے اللہ تعالی سے ان کے لیے خوشحالی اور دارین کی سعادت کا طلب گار ہوں۔ میدان جنگ کی طرح دیگر شعبوں میں بھی امارت اسلامیہ کی کارگردگی ترقی اور جدت کی حالت میں ہے۔ تعلیم، صحت، معیشت، عدلیہ، دعوت وارشاد، ادبی وثقافتی کارکردگی، شہداء اور معذوروں کی خدمت، این جی اوز اور دیگر رفاہی اداروں کی نظم وضبط اور کنٹرول، قیدیوں کے معاملات اور عوامی نقصانات کی روک تھام ایسے تمام شعبہ جات میں بڑی خدمات پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں۔ میں اللہ تعالی سے ان تمام ذمہ داران اور کارکنوں کے لیے اجر عظیم کا طلب گار ہوں اور ان ساتھیوں سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنی کارکردگی میں مزید ترقی، اثرانگیزی اور چستی وہمت سے کام لیں گے

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

3rd Year December 2014

ہلمند: بیسٹن کیمپ، میوند کے بعد عبرتناک برطانوی شکست کا ایک تاریخی استعارہ۔